جب کہ طوفان کا ہو سناٹا
جڑ سے پیڑوں کو دے اُکھیڑ ہوا
سخت اندھیاؤ کا چلے جھونکا
میرے دل میں نہ خوف ہو اصلا
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ٹوٹ کر آسمان سے تارے
وہم کرتے ہیں لوگ بیچارے
شب کو گرتے ہیں جیسے انگارے
میں نہ گھبراؤں خوف کے مارے
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

چاند سورج کا دیکھ کر گہنا
لوگ کرتے ہیں خوف کا چرچا
میرے ہمجولیوں کو ہے کھٹکا
پر مجھے اس کی کچھ نہیں پرواہ
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب ستارہ طلوع ہو دُم دار
سب پہ طاری ہوں خوف کے آثار
دُم ہو ایسی کہ چھوٹتا ہو انار
میرے بھائیو میں مگر نہ ہوں زنہار
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

میرے رستے میں ہو اگر میدان
کوئی مرگھٹ ہو یا ہو قبرستان
یا پرانا کوئی کھنڈر سنسان
نہ خطا ہوں ہاں مرے اوسان
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

ہو بیابان میں گذر میرا
دُور رہ جائے مجھ سے گھر میرا
یا سمندر پہ ہو سفر میرا
رہے پھر بھی قوی جگر میرا
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ

جب کہ دریا میں آئے طغیانی	اور ہاتھی ڈوباؤ ہو پانی
پار کھیوا نہ ہو بہ آسانی	مجھ کو اندیشہ ہو نہ حیرانی
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ	
لشکروں کی جہاں چڑھائی ہو	شہ سواروں نے باگ اٹھائی ہو
اور گھمسان کی لڑائی ہو	واں بھی ہیبت نہ مجھ پہ چھائی ہو
کیونکہ میرا خدا ہے میرے ساتھ	

یاد کرو تلفظ اور معنی

ہول پرہول اصلاطاری طغیانی شہ سوار ہیبت

(۸) ایک پودا اور گھاس

از مؤلف

اتفاقاً ایک پودا اور گھاس	باغ میں دونوں کھڑے ہیں پاس پاس
گھاس کہتی ہے کہ اے میرے رفیق	کیا انوکھا اس جہاں کا ہی طریق
ہے ہماری اور تمھاری ایک ذات	ایک قدرت سے ہے دونوں کی حیات
مٹی اور پانی ہوا اور روشنی	واسطے دونوں کے یکساں ہے بنی
تجھ پہ لیکن ہے عنایت کی نظر	پھینک دیتے ہیں مجھے جڑ کھود کر
کون دیتا ہے مجھے یاں پھیلنے	کھالیا گھوڑے گدھے یا بیل نے
تجھ پہ منہ ڈالے جو کوئی جانور	اس کی لی جاتی ہے ڈنڈے سے خبر
ڈولے پالے سے بچاتے ہیں تجھے	کیا ہی عزت سے بڑھاتے ہیں تجھے
چاہتے ہیں تجھکو سب کرتے ہیں پیار	کچھ بتا اس کا بتا" اے دوست دار"

اس سے پودے نے کہا یوں سر ہلا
مجھ میں اور تجھ میں نہیں کچھ بھی تمیز
فائدہ اک روز مجھ سے پائیں گے
ہے یہاں عزت کا سہرا اس کے سر

"گھاس! سب بیجا ہے یہ تیرا گلا
صرف سایا اور میوہ ہے عزیز
سایہ میں بیٹھیں گے اور پھل کھائیں گے
جس سے پہنچے نفع سب کو بیشتر

یاد کرو تلفظ اور معنی

اتفاقاً طریق حیات تمیز عزیز بیشتر

(۹) سلطان جلال الدین خلجی

۱- جلال الدین عہد بلبن کے سرداروں میں سے تھا جب بلبن کا پوتا کیقباد مے نوشی کی کثرت سے لقوہ اور فالج میں مبتلا ہو گیا تو جلال الدین تخت شاہی پر جلوہ افروز ہوا۔ کچھ عرصے کے بعد کوشک لعل میں گیا۔ جو سلطان بلبن کا دیوان خاص تھا۔ وہاں پہنچ کر دستور قدیم کے موافق گھوڑے سے اتر پڑا۔ مقربان خاص میں سے ایک نے سبب پوچھا تو کہا۔ کہ "میں اس مکان کا ادب اس لئے کرتا ہوں کہ وہ میرے آقا کا بنوایا ہوا ہے۔ مجھے اپنی جان کے خوف سے مجبوراً بادشاہ بننا پڑا۔ ورنہ میں کہاں اور تخت شاہی کہاں۔"

۲- وہ اپنے قدیم دوستوں سے ہمیشہ اسی بے تکلفی کے ساتھ ملتا رہا جو حصول سلطنت سے پہلے تھی۔ نہایت سادہ مزاج راستباز اور

رحمدل آدمی تھا۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اُس کی رحم دلی سلطنت کے نظم و نسق میں بھی خلل انداز ہوتی تھی۔ چنانچہ ایک بار قلعۂ رنتھنبور کو فتح کرنے سے صرف اس واسطے چھوڑ دیا کہ بندگانِ خدا کا خون نہ بہے۔

۳۔ وہ اکثر موقعوں پر قہر و غضب کے بجائے احسان و مروت سے کام لیتا تھا۔ چنانچہ باغیوں کے ساتھ وہ سلوک کیا جو وفادار جاں نثار دوستوں کے ساتھ کرنا چاہئے۔ اس بادشاہ نے سلطان بلبن کے بھتیجے کو کڑا مانک پور جاگیر میں دے دیا تھا۔ مگر کسی سبب سے وہ باغی ہوگیا اور بادشاہی فوج سے مقابلہ کر بیٹھا۔

۴۔ آخر کار وہ اور اُس کے رفقا گرفتار کرکے بادشاہ کے حضور میں لائے گئے۔ اس خدا ترس رحم دل نے فوراً سب قیدیوں کی مشکیں کھلوا دیں۔ ان کو غسل کرایا۔ نیا لباس پہنایا۔ عطر لگایا اور نہایت لطف و عنایت سے اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

۵۔ جب آب و طعام سے فراغت پا چکے تو باغی جاگیردار کے رفیقوں سے خطاب کیا کہ "اگرچہ تم میری فوج سے لڑے ہو۔ مگر میں تمھاری اس وفاداری اور نمک حلالی سے نہایت خوش ہوا جو تم نے اپنے آقا کی رفاقت میں کی ہے۔" غرض اتنی خاطر و مدارات کی کہ وہ لوگ اپنے کردار سے بہت نادم اور منفعل ہوئے۔ اس کے بعد ان کا قصور معاف کیا۔ اور بلبن کے

بھتیجے کو ملتان کے علاقے میں جاگیر دے کر رخصت کر دیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مے نوشی جلوہ افروز آقا لنیق مروّت رُفقا

لغوہ کوشک راستباز خلل انداز جان نثار

طعام فالج مغرب نظم نہر باغی منفعل ❖

(۱۰) سُلطان فیروز

۱۔ فیروز کا باپ سلطان غیاث الدین کا حقیقی بھائی اور سپہ سالار تھا۔ ابھی فیروز کی عمر پورے سات برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ یتیم ہو گیا۔ مگر چچا نے اُسکے سر پر دست شفقت رکھا۔ اور باپ سے زیادہ اُس کی تعلیم و تربیت میں سعی فرمائی۔ آداب سلطنت اور آئین حکومت کے اسرار سے اس کو ماہر کیا۔

۲۔ جب اٹھارہ برس کا سن ہوا تو شفیق چچا نے بھی رحلت کی۔ اب چچازاد بھائی محمد تغلق بادشاہ ہوا۔ اُس نے بھی اس نوجوان بھائی کے حال پر ہمیشہ نظر عنایت رکھی۔ یہاں تک کہ دم آخر وصیت کی کہ میرے بعد تاج و تخت کا وارث میرا عزیز برادر لائق بھائی فیروز ہے۔

۳۔ دوسرے دن تمام امراء علماء اور صلحاء اُس کی خدمت

میں حاضر ہوئے اور تخت سلطنت پر اجلاس کرنے کی ملک فیروز سے درخواست کی۔ ملک فیروز نے جواب دیا کہ صاحبو! اول تو اس بارگراں کے اٹھانے کی مجھ میں قابلیت نہیں۔ دوسرے میرا قصد ہے حج بیت اللہ کا۔ پس مجھ کو معاف رکھئے۔"

۴۔ مگر جب لوگوں کا اصرار حد سے زیادہ پایا تو اٹھ کر وضو کیا۔ اور نہایت عجز و نیاز کے ساتھ دعا مانگی۔ کہ خدایا! "تیری اعانت کے بغیر کوئی کام سرانجام نہیں پا سکتا۔ میں اس بار عظیم کو محض تیری حفظ و حمایت کے بھروسے پر اٹھاتا ہوں تو ہی میری مدد کر۔" یہ کہہ کر تاج شاہی پہنا۔ مگر ماتمی لباس نہ اتارا۔ مقربان خاص نے تبدیل لباس کے لئے التماس کیا۔ تو فرمایا۔ کہ یہ اس شخص کے ماتم کا لباس ہے۔ جو میرا باپ، استاد، مربی اور آقا تھا۔ ممکن نہیں کہ جاہ و سلطنت کی مسرت اس کی جدائی کے غم کو بھلائے۔

۵۔ وہ بڑا رعایا پرور نیک منش اور رحمدل بادشاہ تھا پہلا کام اس نے یہ کیا کہ تغلق کے زمانے کا زر تقاوی جو رعایا کے ذمہ واجب الادا تھا۔ یکلخت معاف کر دیا۔ ایک بار اس نے ملک سندھ پر فوج کشی کی تھی۔ سندھیوں نے شاہی فوج کی تباہی کا یہ سامان کیا کہ فصل ربیع کی زراعت جو تیار تھی خود برباد کر دی جب یہ کیفیت معلوم ہوئی۔ تو فیروز شاہ نے دوسرے ملک سے غلہ خرید کر منگوا لیا اور حملہ جاری رکھا۔ اتفاق سے چار ہزار

آدمی غنیم کے گرفتار آ گئے۔ اگرچہ ان لوگوں نے شاہی فوج کو فاقے سے مارنے کی تدبیر کی تھی، مگر اس فیاض نے اُن کو خوب شکم سیر کھانا کھلایا۔

۶۔ یہ بادشاہ تکلف اور اسراف کو بہت ناپسند کرتا تھا۔ خود بھی موٹے کپڑے عام آدمیوں کے سے پہنتا تھا۔ چاندی سونے کے ظروف اور جواہرات کے استعمال کی بھی ممانعت کر دی تھی۔ اُس نے نگرکوٹ سے چند فاضل پنڈت بلوا کر سنسکرت کی بعض کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کرایا تھا۔ اُس کو عمارتوں کا بھی بڑا شوق تھا۔ سرائیں۔ خانقاہیں۔ مسجدیں اکثر بنوائیں آبپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔ بیشمار باغات لگوائے۔ کئی شہر آباد کئے چنانچہ جون پور اسی کا آباد کیا ہوا ہے۔ بعض حرکات اسکی ایسی تھیں کہ جو اس کے ضعف عقل پر دلالت کرتی ہیں۔ مثلاً فال شگون اور خواب کی تعبیر کا بڑا معتقد تھا اور اہلکاروں کی رشوت ستانی سے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتا تھا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

غنیم رحلت صلح تقاوی اسراف تعبیر

وصیت مربی یک لخت ظروف معتقد ماہر بیت اللہ

نیک نفس شکم سیر خانقاہ رشوت ستانی شگون

(۱۱) کوشش کئے جاؤ

از مؤلف

دوکاں بند کر کے رہا بیٹھ جو — تو دی اس نے بالکل ہی لٹیا ڈبو
نہ بھاگو کبھی چھوڑ کر کام کو — توقع تو ہے خیر جو ہو سو ہو

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو پتھر پہ پانی پڑے متصل — تو گھس جائے بے شبہ پتھر کی سِل
رہو گے اگر تم یونہیں مستقل — تو اک دن نتیجہ بھی جائے گا مل

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

اگر طاق میں تم نے رکھدی کتاب — تو کیا دوگے کل امتحاں میں جواب
نہ پڑھنے سے بہتر ہے پڑھنا جناب — کہ ہو جاؤ گے ایک دن کامیاب

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

نہ تم ہچکچاؤ نہ ہرگز ڈرو — جہاں تک بنے کام پورا کرو
مشقت اٹھاؤ مصیبت بھرو — طلب میں جو جستجو میں مرو

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو تم شیر دل ہو تو یارو شکار — کہ خالی نہ جائے گا مردوں کا وار
مشقت میں باقی نہ رکھنا ادھار — جو ہمت کروگے تو بیڑا ہے پار

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

جو بازی میں سبقت نہ لیجاؤ تم — خبردار ہرگز نہ گھبراؤ تم
نہ ٹھٹکو نہ جھجکو نہ پچھتاؤ تم — ذرا صبر کو کام فرماؤ تم

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

مقابل میں خم ٹھوک کر آؤ ہاں ۔۔۔ پچھڑنے سے ڈرتے نہیں پہلواں
کرو پاس تم صبر کا امتحاں ۔۔۔ نہ جائیگی محنت کبھی رائیگاں

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

تردد کو آنے نہ دو اپنے پاس ۔۔۔ ہے بیہودہ خوف اور بیجا ہراس
رکھو دل کو مضبوط قائم حواس ۔۔۔ کبھی کامیابی کی چھوڑو نہ آس

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

کرو شوق وہمت کا جھنڈا بلند ۔۔۔ کوداؤ اُولوالعزمیوں کا سمند
اگر صبر سے تم سہو گے گزند ۔۔۔ تو کہلاؤ گے ایک دن فتحمند

کئے جاؤ کوشش! مرے دوستو!

یاد کرو تلفظ اور معنی

منفصل مستقل سبقت اُولوالعزم سمند گزند

(۱۲) نور جہاں بیگم

۱- اس بیگم کا نام مہرالنسا خانم تھا۔ جب شہنشاہ جہانگیر سے شادی ہوئی۔ نور محل اُس کا لقب ہوا۔ پھر نور محل سے نور جہاں خطاب پایا۔ چنانچہ آج تک اسی نام سے مشہور ومعروف ہے۔

۲- یہ بیگم ایران کے ایک معزز خاندان کی بیٹی تھی ایک زمانے میں اُس کا دادا (خواجہ محمد) شاہ ایران کا وزیر تھا۔ اُس کے

انتقال کے بعد اُسکے بیٹے مرزا غیاث کا ستارہ کچھ ایسا نحوست میں آیا کہ روٹیوں کو محتاج ہو گیا۔ آخر تنگ آکر وطن کو ترک کیا۔ اور تلاشِ معاش کیلئے ہند کی جانب روانہ ہوا۔

۳۔ اثنائے راہ میں قندھار کے قریب اسکے ہاں یہ لڑکی پیدا ہوئی۔ اس پر دو تین دن کا فاقہ تھا۔ ایسی مصیبت اور بے سامانی کی حالت میں ماں باپ کو اس کی پرورش دوبھر معلوم ہوئی۔ ناچار کلیجے پر پتھر رکھ، اس لختِ جگر کو رستے میں ڈال آگے بڑھے اُس وقت تو اس لڑکی کی ولادت اُن کو منحوس معلوم ہوئی۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ ایک دن یہ اقبال مند لڑکی ایک نامور عظیم الشان ملکۂ ہند بنے گی۔

۴۔ جب نورجہاں کے والدین اس کو جنگل میں چھوڑ کر آگے چلے تو پیچھے سے ایک قافلہ پہنچا اور اس معصوم کو یوں جنگل میں پڑا دیکھکر ایک سوداگر کو ترس آیا وہ کفیل پرورش ہوا۔ اور اس کی ماں ہی سے کچھ مہینہ کرکے دودھ پلانے اور پالنے کو مقرر کیا۔

۵۔ غرض اس طور سے نورجہاں اور اُسکے ماں باپ ہند میں پہنچے اور اُسی سوداگر کے ذریعے سے جس نے لڑکی کی پرورش اپنے ذمے لی تھی، مرزا غیاث کی رسائی اکبر کے دربار تک ہو گئی۔ اس کے بعد تھوڑے ہی عرصہ میں نورجہاں کے باپ اور بھائی نے دربارِ شاہی میں بہت کچھ رسوخ حاصل کر لیا۔ اور اُس کی ماں بے تکلف محلِ شاہی میں

آنے جانے لگی۔

۶۔ جب نور جہاں جوان ہوئی تو اکبر نے اُس کی شادی ایک ایرانی نوجوان شیر افگن سے کرادی اور اس کو بردوان کا حاکم مقرر کر دیا۔ مگر جہانگیر کے عہد میں خود بادشاہ کے ایما سے شیر افگن مارا گیا۔ اور اُس کی بیوہ شاہی محل میں داخل ہو کر بادشاہ کی ماں کی مصاحب مقرر ہوئی کچھ مدت کے بعد بادشاہ کے نکاح میں آئی اور ملکہ نور جہاں کہلائی۔

۷۔ صورت اور سیرت کی خوبیوں کے علاوہ نہایت عاقل ہوشیار اور سلیقہ مند عورت تھی۔ اس نے بادشاہ کے مزاج کی بہت اصلاح کی۔ تند خوئی اور غصے کو دھیما کیا۔ شراب کم کرادی۔ سلطنت کے کاروبار کو خود سنبھال لیا۔ روپیہ اور اشرفی کے سکّے میں بادشاہ کے نام کے ساتھ اُس کا نام بھی شامل تھا۔ زیور۔ لباس اور کھانوں میں نئی نئی ایجادیں کیں۔ وہ بڑی شاعرہ لطیفہ سنج اور حاضر جواب تھی گھوڑے کی سواری اور فنون سپہ گری میں اُس کو خوب مہارت تھی۔

۸۔ ایک روز بادشاہ مع بیگم کے شکار گاہ میں تھا۔ وہاں قراولوں نے چار شیر گھیر رکھے تھے۔ جس وقت شیر نظر آئے تو نور جہاں بیگم نے جو ہاتھی کی عماری میں سوار تھی۔ بادشاہ سے التماس کیا۔ "اگر حکم ہو تو میں ان شیروں پر بندوق چلاؤں"۔ بادشاہ نے

اجازت دی۔ اُن میں سے دو کو بندوق کی دو گولیوں سے گرا دیا۔ اور دو کا کام دو تیروں سے تمام کیا۔

۹۔ یہ پھرتی اور نشانہ بازی دیکھ کر بادشاہ کو بھی حیرت ہوئی کہ چار نشانے پیہم لگائے۔ جن میں سے ایک بھی خطا نہ ہوا۔ اُسی وقت بادشاہ کے حکم سے ہزار اشرفیاں نثار کی گئیں اور ایک پہنچی الماس کی جس کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی، اس کام کے صلے میں بیگم کو مرحمت ہوئی۔

۱۰۔ جب جہلم کے کنارے جہانگیر بادشاہ کو مہابت خاں نے قید کر لیا تھا تو بیگم نے تمام سرداروں کو بلا کر لعنت ملامت کی کہ "تم نے اپنے جیتے جی اپنے آقا کو کیوں گرفتار ہو جانے دیا۔" پھر تمام فوج کو ساتھ لے کر بادشاہ کی رہائی کے لئے مہابت خاں کی سپاہ پر حملہ کیا۔

۱۱۔ بیگم خود تیر و کمان لے کر ہاتھی کے ہودہ میں بیٹھی۔ سب سے پہلے اپنا ہاتھی دریا میں ڈالا۔ اور لڑتی بھڑتی خیمہ گاہ تک پہنچی۔ مگر بدقسمتی سے اُس کی فوج نے شکست کھائی۔ تمام سردار اور سپاہی بھاگ گئے۔ یہ حال دیکھ کر اپنی دانشمندی سے ایسا بندوبست کیا کہ بادشاہ کو مہابت خاں کی قید سے صاف چھڑا لیا۔

۱۲۔ جب جہانگیر مر گیا اور اس کے سہاگ بھاگ کا زمانہ ختم ہوا تو بارہ برس سوگ کی حالت میں کاٹے اور بعد انتقال بمقام لاہور اپنے

شوہر کے پہلو میں مدفون ہوئی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

معزز عظیم الشان اِیما فنون نثار معصوم
کفیل سیرت تندخوئی صلہ لختِ جگر رسوخ
لطیفہ سنج قراول مدفون

(۱۳) دو مکھیاں

از مؤلف

ایک مکھی کہ ہے بڑی احمق — فکر انجام اسے نہیں مطلق
کوتہ اندیش لالچی ناداں! — دیتی پھرتی ہے مفت اپنی جاں
گری شیرے پہ حرص کے مارے — پاؤں اور پر لتھڑ گئے سارے
آنکھ اسکے ہیئے کی پھوٹ گئی — اکھڑے بازو تو ٹانگ ٹوٹ گئی
آخرش پھنس کے رہ گئی مکھی — کیا حماقت کی چاشنی چکھی
ایک مکھی ہے سخت دُور اندیش — سوچ لیتی ہے کام کا پس و پیش
اس پہ غالب نہیں ہوسناکی — گرم پرواز ہے بہ چالاکی
کہیں مصری کی جب ڈلی پائی — تو بہ آہستگی اُتر آئی
گرچہ اس کام میں لگی کچھ دیر — چاٹ کر ہو گئی مگر وہ سیر
سیر ہوتے ہی اُڑ گئی، پھر پھر — دُور بینی کا اس کو یاد ہے گُر

کس مزے سے گذارتی ہے دن	شکر کا گیت گاتی ہے بھن بھن

یاد کرو تلفظ اور معنی

انجام کوتہ اندیش دور اندیش ہوسناک دوربینی

(۱۴) کوئلے کی کان

۱۔ بعض ملکوں میں کان کھود کر ایک قسم کا کوئلہ نکالا جاتا ہے جو پتھر کا کوئلہ مشہور ہے۔ لیکن حقیقت میں وہ پتھر نہیں۔ بلکہ نباتات کی قسم سے ہے۔ یورپ اور امریکہ کی اکثر ولایتوں میں یہ کوئلہ نکلتا ہے مگر نہایت عمدہ قسم کا کوئلہ انگلستان کا ہوتا ہے۔ انگلستان کے لئے اس کوئلہ کی کان گویا دولت کی کان ہے۔ تمام دُخانی کلوں کے کارخانے اور دُخانی کشتیاں اسی کے وسیلے سے جاری ہیں۔ اور چونکہ وہ سرد خطہ ہے۔ اس لئے کھانا پکانے اور مکان کو گرم رکھنے کے لئے بھی یہ کوئلہ کام دیتا ہے۔

۲۔ کوئلے کی کان کھودنے کو بڑی عقل و حکمت درکار ہے کلوں کے وسیلے سے کھودا اور نکالا جاتا ہے۔ اول ایک گہرا غار کوئلے کے مخزن تک کھودتے ہیں۔ پھر وہاں کا پانی کل کے وسیلے سے نکال کر باہر پھینک دیتے ہیں۔ اسکے بعد کوئلہ کھدنا شروع ہوتا ہے۔ بیچ میں کوئلہ کے ستون چھوڑتے جاتے ہیں۔ تاکہ اوپر زمین بطور چھت کے قائم رہے۔ ستون ایک دوسرے کے محاذی اور برابر فاصلے پر ہوتے ہیں۔

۳۔ جب دور تک اندر ہی اندر کان کھد جاتی ہے۔ تو نہایت خوبصورت گھر کے مانند معلوم ہوتی ہے۔ تمام کوئلہ ایک ہی جگہ نہیں ملتا بلکہ اُس کی شاخیں اطراف زمین میں پھیلی ہوئی ملتی ہیں۔ اسلیئے کان کے اندر مختلف سمتوں میں ستون اور حجرے بن جانے سے ایک بڑا شہر سا معلوم ہوتا ہے۔

۴۔ کان کے اندرونی رستے نہایت تیرہ وتار ہوتے ہیں وہاں نہ روز روشن کا اثر ہوتا ہے۔ نہ شب ماہ کی خبر۔ ہر دم اندھیرا گھپ رہتا ہے اسلیئے کام کرنیکے مقامات پر جابجا روشنی کا اہتمام رکھتے ہیں۔

۵۔ جب کان دور تک پہنچ جاتی ہے۔ تو کوئلہ بیلوں اور گھوڑوں کے ذریعہ سے اس کے دہانے تک پہنچایا جاتا ہے۔ انھیں ستونوں کے اندر لدے لدائے جانور آتے جاتے ہیں۔ زمین کے نیچے ہی گھوڑے بیلوں کے لئے اصطبل اور تھان بناتے اور وہیں ان کے لئے دانہ چارہ پہنچاتے ہیں صرف ہفتے کے روز جانوروں کو تعطیل ملتی ہے۔

۶۔ کان کے اندر کی ہوا نہایت خراب ہوتی ہے۔ اسلیئے تازہ ہوا کل کے ذریعہ اوپر سے پہنچائی جاتی ہے۔ تھوڑی دور تک اس کے اندر چراغ لے جاسکتے ہیں۔ مگر زیادہ اندر کی طرف چراغ یا آگ جائے تو ہوا مشتعل ہوکر تمام کان کو اُڑا دے۔ اور جو اُس کے اندر رہو۔ اس کی وہیں قبر بنادے۔

۷۔ کبھی کبھی آتش زدگی کا حادثہ بھی ہو جاتا ہے۔ اُس وقت بڑا دھماکہ ہوتا ہے۔ اور بہت سے کام کرنے والے دب کر مر جاتے ہیں۔ زمانۂ سابق میں ایسے حادثے اکثر ہوا کرتے تھے۔ مگر اب تو مدت سے ایک قسم کی محفوظ لالیٹن خاص کان کے اندر کام کرنے کے لئے ایجاد ہو گئی ہے جس میں آگ لگ جانیکا اندیشہ نہیں

۸۔ ہندوستان میں بھی ضلع بردوان و سلہٹ کے علاقے میں کافی کوئلہ نکلتا ہے۔ جو ریل کے انجنوں میں جلایا جاتا ہے اگر یہ قدرتی کوئلہ نہ ملتا تو لکڑی بہت ہی گراں ہو جاتی۔ غرض کوئلہ بھی ایک قدرتی دولت ہے۔ جو کہ زمین کے اندر دھات اور جواہرات کی طرح مدفون ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

نباتات	شجرہ	تار	مخزن
مشتعل	حجرہ	محاذی	آتشزدگی

(۱۵) دُمدار ستارے

۱۔ کبھی کبھی آسمان میں دُمدار ستارہ نظر آتا ہے جس کو دیکھ کر عام لوگ خوف کرتے اور اپنی خام خیالی سے اس کو قحط و وبا یا انقلاب حکومت یا کسی ایسے ہی بڑے حادثے کا موجب سمجھتے ہیں۔

۲۔ ستارہ شناسوں نے دریافت کیا ہے کہ اس قسم کے

ستارے آفتاب کے احاطے میں ۴۵۰ کے قریب ہیں۔ جو کبھی تو آفتاب کے نہایت قریب سے گزرتے ہیں گویا اُس کے اندر داخل ہو جائیں گے اور کبھی نہایت دور فاصلے پر نکلجاتے ہیں۔

۳- اُن کے ساتھ ایک نورانی دُم لگی رہتی ہے۔ جو آفتاب کی حرارت سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے جب وہ قریب آفتاب کے پہنچتے ہیں تو دُم بڑی نظر آتی ہے اور جس قدر دوری ہوتی جاتی ہے اُسی قدر دُم کا حجم گھٹتا جاتا ہے۔

۴- ان کی روشنی ذاتی نہیں۔ بلکہ وہ سورج کی روشنی سے چمکتے نظر آتے ہیں۔ ان کا دورہ بھی مدتہائے دراز کے بعد ہوتا ہے بعض دمدار ستارے سو سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے کے بعد نظر آتے ہیں۔

۵- بعض علمائے ہیئت نے دُمدار ستاروں کی نسبت بڑی تحقیقات کی ہے۔ اور اُن میں سے بعض کے طلوع و غروب کا ٹھیک زمانہ بھی معلوم کر لیا ہے۔

۶- غرض ساحت افلاک میں جتنے اجرام انسان کو نظر آتے ہیں۔ ان تمام میں زیادہ تعجب خیز اور حیرت انگیز یہی دُمدار ستارے ہیں۔ مگر لوگوں نے جو بُرے آثار ان سے منسوب کر رکھے ہیں۔ وہ بڑا وہم ہے جس کی اصل کچھ نہیں۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

خام خیالی بُعد مُتعین افلاک تعجّب خیز آثار انقلاب
حجم ساحت اجرام حیرت انگیز منسوب

(۱۶) اشعار ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا
گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں
دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بدبیں میں

جو آپ ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا
نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا
فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

یاد کرو تلفظ اور معنی

بیداد گر امارہ نہنگ قلقل مینا بیں

(۱۷) قوت کہربائی یا برق یا بجلی

۱- مکتبوں میں بعض لڑکے یہ کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ کہ کبوتر یا کسی اور جانور کا تازہ پر لے کر اس کو تختی یا سلیٹ پر رکھتے ہیں۔ ایک ہاتھ سے اسکی ڈنڈی دبا کر دوسرے ہاتھ کی انگلیاں جلدی جلدی اسکے اوپر چند بار رگڑتے ہیں ایسا کرنے سے پر کا رواں رواں کھل جاتا ہے۔

۲- اس وقت ایک باریک سوت کا ٹکڑا تھوڑی دور سے اس پر کو دکھائیں تو وہ دوڑ کر اس کو چمٹ جاتا ہے۔ اگر اس حالت میں پر کو دیوار سے لگا دیں تو اس کا ہر ایک ریشہ دیوار کو پکڑ لیتا ہے۔

۳ - تم شیشے کو اون کے کپڑے یا خشک ہاتھ پر رگڑ کر سوت یا کاغذ کا ہلکا سا ٹکڑا اُس کے قریب لاؤ تو وہی تماشا نظر آئے گا جو پر کے رگڑنے سے نظر آیا تھا - یہی قوت مقناطیس میں ہوتی ہے - جو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے -

۴ - تم یہ تماشا دیکھ کر غالباً تعجب کرو گے کہ کیسا طلسم اور کیسا شعبدہ ہے - حقیقت میں نہ تو یہ طلسم ہے اور نہ شعبدہ بلکہ ایک قدرتی خاصہ ہے - جس سے تم ناواقف ہو - اسی کو قوتِ کہربائی یا برق یا بجلی کہتے ہیں -

۵ - اہل تحقیق نے دریافت کیا ہے کہ زمین و ہوا اور تمام اشیا کے اندر جو اُن میں ہیں - ایک نہایت لطیف چیز پھیلی ہوئی ہے - لیکن ہر چیز میں وہ ظاہر نہیں ہوتی - بلکہ بعض چیزوں میں کبھی کبھی اُس کا جلوہ بڑی چمک دمک سے نظر آتا ہے -

۶ - برق کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر وہ ایک شے میں زیادہ اور دوسری میں کم ہو اور وہ دونوں چیزیں متصل ہو جائیں تو فوراً ایک میں سے نکل کر وہ دوسری میں داخل ہونی ہے تاکہ دونوں جسموں میں اس کی مقدار مساوی ہو جائے جب اُس کی موج رواں ہوتی ہے تو ایک چیز سے دوسری میں سرایت کرتی ہے اس وقت ایک تیز روشنی اور مہیب آواز پیدا ہوتی ہے -

۷ - دو ایسے بادل جن میں برق کم و بیش ہو - قریب ہوتے ہیں

(۱۶) اشعار ذوق

کسی بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا	جو آپ ہی مر رہا ہو اسکو گر مارا تو کیا مارا
نہ مارا آپکو جو خاک ہو اکسیر بن جاتا	اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا	نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا
ہنسی کے ساتھ یاں رونا ہے مثل قلقل مینا	کسی نے قہقہہ اے بے خبر مارا تو کیا مارا
گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے میں	اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا
دل بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بد بیں میں	فلک پر ذوق تیر آہ گر مارا تو کیا مارا

یاد کرو تلفظ اور معنی

بیداد گر   امارہ   نہنگ   قلقل   مینا   بدبیں

(۱۷) قوت کہربائی یا برق یا بجلی

۱- مکتبوں میں بعض لڑکے یہ کھیل کھیلا کرتے ہیں۔ کہ کبوتر یا کسی اور جانور کا تازہ پر لے کر اُس کو تختی یا سلیٹ پر رکھتے ہیں۔ ایک ہاتھ سے اُسکی ڈنڈی دبا کر دوسرے ہاتھ کی انگلیاں جلدی جلدی اُسکے اوپر چند بار رگڑتے ہیں ایسا کرنے سے پَر کا رواں رواں کھل جاتا ہے۔

۲- اِس وقت ایک باریک سوت کا ٹکڑا تھوڑی دور سے اِس پر کو دکھائیں تو وہ دوڑ کر اس کو چمٹ جاتا ہے۔ اگر اِس حالت میں پَر کو دیوار سے لگا دیں تو اس کا ہر ایک ریشہ دیوار کو پکڑ لیتا ہے۔

۳۔ تم شیشے کو اون کے کپڑے یا خشک ہاتھ پر رگڑ کر سوت یا کاغذ کا ہلکا سا ٹکڑا اس کے قریب لاؤ تو وہی تماشا نظر آئے گا جو پر کے رگڑنے سے نظر آیا تھا۔ یہی قوت مقناطیس میں ہوتی ہے۔ جو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

۴۔ تم یہ تماشا دیکھ کر غالباً تعجب کرو گے کہ یہ کیسا طلسم اور کیسا شعبدہ ہے؟ حقیقت میں نہ تو یہ طلسم ہے اور نہ شعبدہ بلکہ ایک قدرتی خاصہ ہے۔ جس سے تم ناواقف ہو اسی کو قوتِ کہربائی یا برق یا بجلی کہتے ہیں۔

۵۔ اہل تحقیق نے دریافت کیا ہے کہ زمین و ہوا اور تمام اشیا کے اندر جو اُن میں ہیں۔ ایک نہایت لطیف چیز پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن ہر چیز میں وہ ظاہر نہیں ہوتی۔ بلکہ بعض چیزوں میں کبھی کبھی اُس کا جلوہ بڑی چمک دمک سے نظر آتا ہے۔

۶۔ برق کے خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اگر وہ ایک شے میں زیادہ اور دوسری میں کم ہو اور وہ دونوں چیزیں متصل ہو جائیں تو فوراً ایک میں سے نکل کر وہ دوسری میں داخل ہوتی ہے، تاکہ دونوں جسموں میں اس کی مقدار مساوی ہو جائے جب اُس کی موج رواں ہوتی ہے تو ایک چیز سے دوسری میں سرایت کرتی ہے اس وقت ایک تیز روشنی اور مہیب آواز پیدا ہوتی ہے۔

۷۔ دو ایسے بادل جن میں برق کم و بیش ہو۔ قریب ہوتے ہیں

تو تم چمک اور کڑک معلوم کرتے ہو جس وقت بجلی ابر سے زمین کی کسی چیز میں یا زمین کی چیز سے بادل میں داخل ہوتی ہے تو یہی تماشا اس وقت بھی ظہور میں آتا ہے۔

۸- اس قوت کی خاصیتیں زیادہ تر اسی صدی میں دریافت ہوئی ہیں۔ اور اُن کے معلوم ہو جانے سے چند ایسے مفید اختراعات ہوئے ہیں جو انسان کے لئے بغایت کارآمد ہیں۔ تار برقی کا سا جال جو اب دنیا کے اکثر حصوں میں پھیلا ہوا ہے اور جس کے ذریعہ سے دم دم کی خبریں دور دراز ملکوں کی معلوم ہو جاتی ہیں۔ وہ اسی قوت کی برکت کا ظہور ہے۔

۹- ایک اور آلہ ایجاد ہوا ہے جس کی وساطت سے سیکڑوں کوس تک آواز پہنچ جاتی ہے۔ اور باہم بات چیت ہو سکتی ہے ایک اور آلہ ہے جسکے وسیلے سے آدمی کے الفاظ بجنسہ محفوظ رہتے ہیں جب چاہو اس میں سے وہی بات سن لو جو برسوں پہلے کہی گئی تھی۔ بعض بیماریوں کے معالجہ میں بھی قوتِ برقی سے کام لیا جاتا ہے۔

۱۰ الغرض قدرتی خزانے انھیں معمولی چیزوں میں دبے پڑے ہیں جس قدر انسان اُن سے وقوف و شعور حاصل کرتا ہے اسی قدر فیض و فائدہ اُٹھاتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

مقناطیس خاصہ خواص اختراعات معالجہ
طلسم لطیف متوازی غایت سرایت شعبدہ
برق مہیب بجنسہ وساطت۔

(۱۸) اشعار رند

ہیں یہ سارے جیتے جی کے واسطے ۔۔۔ کون مرتا ہے کسی کے واسطے
آدمی سہتا ہے کیا کیا ذلتیں ۔۔۔ نفس مردود شقی کے واسطے
کیوں دیئے ہیں تو نے قسّام ازل ۔۔۔ رنج لاکھوں ایک جی کے واسطے
غم نے اس درجہ کیا دل میں ہجوم ۔۔۔ جا نہیں ہے خرمی کے واسطے
رنج و اندوہ و ملال و درد و غم ۔۔۔ صدمے ہیں یہ آدمی کے واسطے
بیکسی میرے لئے پیدا ہوئی ۔۔۔ میں بنا ہوں بیکسی کے واسطے
کیجئے ہر دم عبث تن پروری ۔۔۔ اے اجل! کس زندگی کے واسطے

یاد کرو تلفظ اور معنی

نفس شقی خرمی ملال مردود
قسّام ازل اندوہ اجل

(۱۹) کفایت شعاری

۱۔ بعض آدمیوں کو اپنے بزرگوں کی میراث اس قدر مل جاتی ہے کہ وہ اسکی آمدنی سے بغیر محنت کئے اپنا گزارہ بخوبی کر سکتے ہیں لیکن دنیا میں زیادہ تر ایسے آدمی ہیں جو اپنی ذاتی محنت کی اُجرت سے بسر کرتے ہیں۔

۲۔ میراث کی آمدنی یا اپنی محنت کی اُجرت سے وہی لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں جو نیک چلن اور دور اندیش ہوتے ہیں کیونکہ نیک چلنی انسان کو معاش

پیدا کرنے پر آمادہ کرتی اور دور اندیشی خرچ کرنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔

۳۔ دُور اندیش آدمی آمد اور خرچ کو اپنی نظر میں رکھتا ہے وہ آگے اور پیچھے دونوں طرف دیکھتا رہتا ہے۔ وہ بے ضرورت خرچ کرنے کو سخت گناہ جانتا ہے۔ اگر آمدنی کم ہوتی ہے تو اپنی ضرورتوں کو مختصر کر دیتا ہے۔ حتی الامکان کچھ نہ کچھ بچاتا ہے۔ تاکہ بیکاری۔ بیماری قحط اور اتفاقی ضرورتوں کے وقت کام آئے وہ موقع پر دوسرے کی دستگیری کرتا ہے۔ ایسا آدمی کفایت شعار کہلاتا ہے۔

۴۔ جو شخص کم فہم اور کوتہ اندیش ہیں۔ وہ آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتے نہ آمد کی خبر رکھتے ہیں نہ خرچ کی۔ وہ ضروری اور فضول کاموں میں کچھ تمیز نہیں کرتے۔ صرف موجودہ حالت کو دیکھتے ہیں۔ بچوں کی طرح اپنی ہوا و ہوس پوری کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ اتفاقی ضرورتوں کے واسطے کچھ نہیں بچاتے۔ اس لئے بہت جلد مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ فضول خرچ یا مُسرف کہلاتے ہیں۔

۵۔ کفایت شعاری اختیار کرنے اور فضول خرچی سے بچنے کیلئے چند باتیں یاد رکھنے کے قابل ہیں۔ اپنی آمد و خرچ کا حساب رکھو۔ بیجا خرچ سے فوراً ہاتھ روک لو۔ کوئی شے کیسی ہی ارزاں ہو، بلا ضرورت ہرگز نہ خریدو۔ جو خرچ محض شیخی جتلانے فخر کرنے اور اترانے کی غرض سے کئے جاتے ہیں اُن میں ایک خرمہرہ کا اٹھا دینا بھی گناہ سمجھو۔ جو کچھ خریدو نقد داموں سے خریدو۔ قرض کے طور پر کوئی چیز ہرگز نہ لو۔ اگرچہ تھوڑی دیر کے واسطے ہو۔

۶- غریب آدمی جو اپنی محنت کی اُجرت سے گزران کرتے ہیں اگر وہ کفایت شعاری کے طریقے پر چلتے اور اپنی آمد میں سے کچھ پس انداز کرتے رہتے ہیں تو ایک دو نسلوں کے بعد اُن کی اولاد اچھی خاصی دولتمند بن جاتی ہے اسی طرح جو دولتمند فضول خرچی کی بلا میں مبتلا ہو جاتے ہیں وہ بہت جلد مفلس اور تہیدست ہو کر گداگری یا بدمعاشی کرنے لگتے ہیں۔

۷- اکثر غریب آدمی ایسے ہیں جو کفایت شعاری کر کے کچھ پس انداز کر سکتے ہیں۔ مگر اسکے محفوظ رکھنے کا موقع اُن کو میسر نہیں۔ ایسے لوگوں کی آسانی کے واسطے سرکار نے ہر ڈاکخانے میں امانت رکھنے کا انتظام کر دیا ہے۔ کم سے کم چار آنے تک وہاں جمع ہو سکتے ہیں ساڑھے تین روپے فیصدی منافع بھی ملتا ہے۔ جمع کی ہوئی رقم میں سے ہفتے میں ایک بار (جس قدر چاہو) واپس لے سکتے ہو۔ روپیہ جمع کرنے والے کو ایک کتاب مل جاتی ہے۔ اس میں وصول باقی کا حساب لکھا جاتا ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

میراث کفایت شعار مسرف مبتلا پس انداز
حتی الامکان ہوا خرمہرہ تہیدست

(۲۰) حکایت

۱- ایک مچھر جاڑے کی فصل میں سردی اور فاقے کی تکلیف سے عاجز آ کر شہد کی مکھیوں کے پاس بھیک مانگنے گیا۔ اور نہایت زاری

سے کہنے لگا۔ "اے خوش قسمت مکھیو! خدائے تعالیٰ نے تم کو خالص شہد کا اتنا ذخیرہ عطا کیا ہے کہ مزے سے بیٹھی نوش کرتی ہو۔ اگر دو چار قطرے اس بے نوا عاجز کو خیرات کے طور پر دے دو گی۔ تو تم کو بڑا ثواب ہوگا۔"

۲۔ شہد کی مکھیوں میں سے ایک مکھی نے پوچھا۔ "میاں جھینگر بہار کی فصل میں تم نے اتنی معاش کیوں نہ پیدا کی۔ جو خزاں کے موسم میں تمھارے کام آتی اور یوں دربدر بھیک مانگتے نہ پھرتے۔" جھینگر نے جواب دیا۔ "بی مکھی! میں نے سخت غفلت کی کہ بہار کا سارا موسم رقص و سرود اور عیش و نشاط میں صرف کر دیا۔ جاڑے کی مصیبت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اب حسرت کے سوا کچھ علاج نہیں۔" ع شہید بلخی

ایام مصیبت کے تو کاٹے نہیں کٹتے	دن عیش کے گھڑیوں میں گزر جاتے ہیں کیسے

۳۔ مکھی نے کہا۔ "ہمارا طور طریق اور، تمھارا اور۔ ہم گرمی کے موسم میں نہایت محنت مشقت سے جاڑے کے واسطے ذخیرہ جمع کرتے ہیں۔ ایک لحظہ بیکار نہیں کھوتے جب سخت جاڑا پڑتا ہے اور درختوں کے پتے تک جھڑ جاتے ہیں۔ ہم آرام و اطمینان سے بیٹھے اپنے چھتے میں شہد کھایا کرتے ہیں۔ نہ فاقہ کرتے ہیں۔ نہ کسی کا احسان اٹھاتے ہیں۔ تم نے کام کے دن گانے بجانے میں گنوا دیئے۔ اسی لئے آج گدائی کرتے اور مصیبت بھرتے ہو۔" ۵

جنھیں دی ہے خدا نے عقل دانا	ہے اُن کو آج ہی سے فکر کل کی
مسافر چل پڑا جو آخر شب	تو ہو جاتی ہے منزل اُس کی ہلکی

یاد کرو تلفظ اور معنی

بے نوا　خزاں　سرود　شیوہ
ثواب　رقص　نشاط

(۲۱) آم کی تعریف

از آرائش محفل

کیوں نہ درختوں میں ہو وہ سربلند
اُس کا ہے پھل شاہ و گدا کو پسند

ہند کے سب میووں کا سردار ہے
رونق ہر کوچہ و بازار ہے

جو صفہانی اُسے اک بار کھائے
میوہ صفاہاں کے سبھی بھول جائے

اور مٹھائی جو کبھو اک ذری
کھائیے اک بار تو پھر جائے جی

آم میں ہے اک حلاوت عجب
رہتی ہے اس کی تو ہمیشہ طلب

پیٹ بھرے جی نہ پر اس سے بھرے
آدمی پھر کھائے نہ۔ تو کیا کرے

ہوتا ہے شیریں تو بہت پال کا
لیک ہے ٹپکے کا بھی طرفہ مزا

میووں میں ہو فوقیت اُسکے تئیں
باغ میں پھر کیوں نہ ہو بالانشیں

شوخ یہ سیندوریے کا رنگ ہے
سیب سمرقند بھی یاں دنگ ہے

میووں میں ہے بس وہی ہر دلعزیز
سیب غلام اُس کا بھی ہے کنیز

یاد کرو تلفظ اور معنی

سربلند　صفاہاں　حلاوت　طرفہ　کنیز　سمرقند

(۲۲) محنت سونے سے بہتر ہے

۱- ایک زمانے میں یورپ کے باشندے جنوبی امریکہ کو اس مدعا سے جایا کرتے تھے کہ کانہائے سیم و زر کے کھودنے میں اپنی قسمت آزمائی کریں۔ یہی ہوس ملک اسپین کے باشندے کو دامنگیر ہوئی۔ اول اپنے بڑے بھائی سے اپنا منصوبہ بیان کیا اور اصرار کے ساتھ درخواست کی کہ آپ میرے ہمراہ چلیں۔ جو دولت ہاتھ آئے گی۔ بحصہ مساوی باہم تقسیم کرلیں گے۔

۲- بڑا بھائی نہایت قانع اور دور اندیش آدمی تھا۔ اُس نے تمام نشیب و فراز سمجھا کر کہا کہ "اس راہ میں کامیابی کی توقع بہت کم ہے" لیکن چھوٹے بھائی پر جب اپنی نصیحت کا کچھ اثر نہ دیکھا تو ناچار اُس کی رفاقت پر آمادہ ہوگیا۔ اور کہا کہ "میں تمھاری دولت میں شرکت نہیں چاہتا۔ مجھ کو صرف اتنی اجازت دو کہ کچھ اسباب و آلات اور میرے چند نوکر ساتھ چلیں۔" اس نے یہ بات مان لی۔ اور جب اس بات کا اطمینان ہوگیا کہ بڑا بھائی ساتھ چلے گا تو اُس نے سفر کی تیاری شروع کردی اور خوشی خوشی اپنا تمام مال و اسباب اور جائداد بیچ کھوچ کر ایک جہاز خریدا۔

۳- جب یہ خبر مشہور ہوئی تو چند اور بوالہوس بھی جو اسی طرح مال و دولت کے حریص تھے۔ اسکے ہمسفر بنے۔ بڑا بھائی بھی تمام آلات کاشتکاری اور غلہ اور ترکاریوں کے تخم جو بوروں میں بند تھے لایا اور

اپنے چند ملازموں سمیت اس کے جہاز پر جا سوار ہوا۔ اگرچہ اس ملک کا سونا نکالنے جانا چھوٹے بھائی کو محض فضول نظر آتا تھا۔ مگر اُس اقرار کے بموجب جو پہلے ہو چکا تھا۔ عذر و انکار مناسب نہ سمجھا۔

۴۔ اب جہاز روانہ ہوا اور خدا کے فضل سے ہوا ایسی موافق آئی کہ بغیر کسی حادثہ اور مصیبت کے اُس بندرگاہ پر جا لگا جہاں کا عزم کر کے چلے تھے۔ سب مسافر بخیر و عافیت خشکی میں اُترے۔ بڑے بھائی نے کچھ بھیڑیں اور بیل خریدے اور مع اپنے نوکروں اور آلات و اسباب کے ایک عمدہ قطعہ اراضی میں جو ساحل بحر سے ملحق تھا۔ قیام کیا اور چھوٹے بھائی سے کہہ دیا کہ "میں یہاں نہ تو بود و باش کرنے آیا ہوں نہ دولت کی طمع مجھ کو لائی ہے۔ بلکہ صرف تمہاری رفاقت کی غرض سے آیا ہوں۔ جب تم سونا لے کر آجاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ وطن کو واپس چلوں گا۔

۵۔ سونے کے مشتاقوں نے کان کھودنے والے مزدور نوکر رکھے اور سب سامان ضروری مہیا کر کے اس نواح کا قصد کیا جہاں سونا نکلتا تھا۔ اثنائے سفر میں چھوٹا بھائی بڑے بھائی کی سمجھ پر افسوس کر کے اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ "دیکھو حضرت نے بیل اور بھیڑیں خریدی ہیں۔ پردیس میں آکر کاشتکاری کا کھڑاگ پھیلایا ہے۔ ہم تو اپنا عزیز وقت یوں اکارت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو اتنا کما لائیں گے کہ کئی

پشت تک کافی ہوگا" سب رفیقوں نے اس کی فراست اور ہمت پر آفریں کی۔ لیکن ایک پیر مرد نے سر ہلا کر کہا۔ "میاں! تمہارا بھائی ایسا نہیں ہے۔ جیسا تم خیال کرتے ہو وہ نہایت عاقبت اندیش آدمی ہے۔"

۶۔ غرض یہ قافلہ دریاؤں کو عبور کرتا۔ دشوار گذار دروں سے گذرتا سخت بارش اور تیز دھوپ کی تکلیفیں اٹھاتا جا بجا کان زر کی جستجو میں پھرتا رہا۔ آخر "جوئندہ یابندہ" ایک جگہ سونا بافراط نکلا۔ اس کامیابی نے ایسا مسرور کیا کہ جس قدر کلفتیں اٹھائی تھیں سب فراموش ہو گئیں۔ مدت تک وہاں کام جاری رکھا۔ لیکن غلے کا ذخیرہ تھوڑا تھا۔ اس لئے خوراک میں کمی کرنی پڑی اور جب غلہ بالکل نبڑ گیا تو بھی ان لوگوں نے دولت کی خوشی میں ہمت نہ ہاری جنگل کی جڑی بوٹی کھا کر دن کاٹے اور جتنا سونا جمع کیا تھا۔ اس کو لے کر بندرگاہ کی طرف جوں توں کرکے مراجعت کی۔ لیکن فاقے کی صعوبت سے چند ہمراہی اثنائے راہ میں راہی عدم ہو گئے۔

۷۔ اس عرصے میں بڑے بھائی نے اپنے نوکروں کی اعانت سے زراعت کا ڈول ڈالا۔ اس کی سعی و محنت نے جس کے ساتھ سلیقہ اور تجربہ بھی شامل تھا۔ اس ویرانہ جنگل کو باغ و بہار اور لالہ زار بنا دیا۔ خدا کی عنایت سے فصل اچھی ہوئی۔ ہر جنس کا غلہ اور ہر

قسم کی ترکاریاں افراط سے پیدا ہوئیں۔ بھیڑوں نے اتنے بچے دیئے کہ ایک بڑا گلّہ ہو گیا۔ دودھ، مکھن اور پنیر کی کچھ کمی نہ رہی اسکے نوکروں نے وقت فرصت میں سمندر کی مچھلیوں کا شکار کیا۔ اور نمک کھود کر کے ایک انبار جمع کر لیا۔

۸۔ جب چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے پاس پہنچا تو اس کی اور اس کے باقی ماندہ ہمراہیوں کی حالت بہت نازک تھی۔ دو روز سے فاقہ پر فاقہ کیا تھا۔ پہلی بات جو اس مصیبت زدہ گروہ نے کہی وہ کھانے کا سوال تھا۔

۹۔ بڑے بھائی نے اُن کے واپس آنے سے خوشی تو ظاہر کی اور اُن کو زندہ و سلامت پہنچنے کی مبارک بادبھی دی۔ مگر کھانے کا سوال سن کر ایسا روکھا جواب دیا۔ جو رشتہ داری اور ہم وطنی ہی کے خلاف نہ تھا۔ بلکہ انسانیت اور خدا ترسی سے بھی ظاہرا بعید معلوم ہوا۔ اس نے کہا۔ "سنو صاحبو! جب تمھاری دولت سے مجھ کو کچھ سروکار نہیں تو میری کمائی سے تم کو کیا واسطہ؟ جو دانہ دُنکا میں نے اپنی قوت بازو سے پیدا کیا ہے۔ میں کیوں مفت دوں۔ اگر تم کو ایسی ہی احتیاج ہے تو سونا دو اور کھانا لو۔"

۱۰۔ اس کج خلقی۔ نامہربانی اور بے رحمی پر اُن لوگوں کو بڑا طیش آیا۔ مگر بھوک کے مارے لبوں پر دم آرہا تھا۔ ناچار سونے کی ڈلیاں دے کر خریدا اور اپنی جان بچائی۔ اسی طور سے ہر روز

خرید و فروخت کا معاملہ ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اُن کا تمام سونا حوائج ضروری کے بہم پہنچانے میں صرف ہو گیا۔

۱۱۔ جب بڑے بھائی کو معلوم ہوا کہ ان لوگوں کا سرمایہ سب ختم ہو چکا ہے۔ تو کہا۔ "آج کل موسم اچھا ہے۔ ہوا بھی موافق چل رہی ہے۔ بہتر ہے کہ یہاں سے جہاز کا لنگر اُٹھاؤ۔ اور وطن پہنچ کر اہل و عیال کی خبر لو۔ خدا جانے اُن پر کیا گذری اور تمھارے انتظار میں اُن بے چاروں کا کیا حال ہوا۔"

۱۲۔ چھوٹے بھائی نے نہایت ملول ہو کر جواب دیا کہ "جو کچھ اپنی جان کھپا کر اور صعوبتیں اٹھا کر ہم نے کمایا وہ تو سب کا سب آپ کی نذر کر چکے۔ اب خالی ہاتھ کیا جائیں۔ اور یگانوں اور بیگانوں کو کیا منھ دکھائیں؟ اور تم جیسے سنگدل آدمی کے ساتھ جانے سے تو یہیں مر رہنا بہتر معلوم ہوتا ہے۔"

۱۳۔ یہ رنج آمیز اور مایوسانہ باتیں سن کر بڑا بھائی ہنستا ہوا اُٹھا اور سارا سونا لا کر چھوٹے بھائی اور اس کے ساتھیوں کے حوالے کر دیا۔ اور کہا۔ "لو تمھاری دولت تم کو مبارک ہو۔ میں اس کا خواستگار ہرگز نہیں ہوں۔ جو بے مروتی اور رنج ادائی میں نے برتی اُس میں یہ مصلحت تھی کہ تم اپنی غلطی سے متنبہ ہو جاؤ۔ اور ہمیشہ اس نصیحت کو یاد رکھو کہ "محنت سونے سے بہتر ہے۔"

۱۴۔ آخرکار سب لوگ خوش و خرم اپنے وطن کو روانہ ہوئے

چھوٹے بھائی نے گھر پہنچ کر چاہا کہ اپنے سونے میں سے نصف حصہ بڑے بھائی کو دے۔ مگر اس عالی ہمت نے پھر وہی جواب دیا۔ "محنت سونے سے بہتر ہے۔"

یاد کرو تلفظ اور معنی

اصرار آلات ملحق فراست صعوبت کج خلقی

قانع بوالہوس مہیا مجبور اثنا حوائج نشیب

اراضی نواح جویندہ یابندہ انبار اہل وعیال

فراز ساحل پادری مراجعت خدا ترسی متنبہ

۲۳ بارش کا پہلا قطرہ از مؤلف

گھنگھور گھٹا تلی کھڑی تھی — پر بوند ابھی نہیں پڑی تھی

ہر قطرہ کے دل میں تھا یہ خطرہ — ناچیز ہوں میں غریب قطرہ

تر مجھ سے کسی کا لب نہ ہوگا — میں اور کی گوں نہ آپ جوگا

کیا کھیت کی میں بجھاؤنگا پیاس — اپنا ہی کروں گا ستیاناس

آتی ہے برسنے سے مجھے شرم — مٹی پتھر تمام ہیں گرم

خالی ہاتھوں سے کیا سخاوت — پھیکی باتوں میں کیا حلاوت

کس برتے پہ میں کروں دلیری — میں کون ہوں؟ کیا بساط میری

ہر قطرہ کے دل میں تھا یہی غم
سرگوشیاں ہو رہی تھیں باہم

بچھڑی سی گھٹا میں یک ہی تھی
کچھ کچھ بجلی چمک رہی تھی!

اک قطرہ کہ تھا بڑا دلاور
ہمت کے محیط کا شناور

فیاض و جواد و نیک نیت
بھڑکی اُس کی رگِ حمیت

بولا للکار کر کہ "آؤ!"
میرے پیچھے قدم بڑھاؤ

کر گذرو جو ہو سکے کچھ احسان
ڈالو مُردہ زمیں میں جان

یارو! یہ ہچر مچر کہاں تک
اپنی سی کرو بنے جہاں تک

مل کر جو کرو گے جانفشانی
میدان پہ پھیر دو گے پانی

لکھتا ہوں یہ سب سے برملا میں
آتے ہو تو آؤ۔ "لو چلا میں"

یہ کہہ کے وہ ہو گیا روانا
دشوار ہے جی پہ کھیل جانا

ہر چند کہ تھا وہ بے بضاعت
کی اس نے مگر بڑی شجاعت

دیکھی جرأت جو اس سخی کی
دو چار نے اور پیروی کی

پھر ایک کے بعد ایک ٹپکا
قطرہ قطرہ زمیں پہ ٹپکا

آخر قطروں کا بندھ گیا تار
بارش لگی ہونے موسلا دھار

پانی پانی ہوا بیاباں
سیراب ہوئے چمن خیاباں

تھی قحط سے پائمال خلقت
اس مینھ سے ہوئی نہال خلقت

جُرأت قطرہ کی کر گئی کام
باقی ہے جہاں میں آج تک نام

اے صاحبو! قوم کی خبر لو
قطروں کا سا اتفاق کر لو

قطروں ہی سے ہوگی نہر جاری
چل نکلیں گی کشتیاں تمھاری

یاد کرو تلفظ اور معنی

بساط محیط جواد جانفشانی سیراب سرگوشی
شناور حمیت بضاعت خیابان

(۲۴) اچھا زمانہ آتا ہے

از مؤلف

تنے گا مسرت کا اب شامیانہ — بجے گا محبت کا نقار خانہ
حمایت کا گائیں گے مل کر ترانہ — کرو صبر - آتا ہے اچھا زمانہ
نہ ہم یہ تنتی دن کی دیکھیں گے لیکن — چمک اپنی دکھلائینگے اب بھلے دن
رکے گا نہ عالم ترقی کئے بن — کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ
زبانِ قلم سیف پر ہوگی غالب — دبینگے نہ دانت پیسے حق کے طالب
کہ محکوم حق ہوگا دنیا کا قالب — کرو صبر آتا ہے اچھا زمانہ
زمانہ نسب کو نہ پوچھے گا ہی کیا — مگر وصفِ ذاتی کا ڈنکا بجے گا
اسی کو بڑا سب سے مانے گی دنیا — کرو صبر - آتا ہے اچھا زمانہ
لڑائی نہ ہو انسان سمجھیں گے ڈائن — تفاخر یہ ہوگی نہ قوموں میں ان بن
مشیخت کی خاطر اڑے گی نہ گردن — کرو صبر - آتا ہے اچھا زمانہ
عقیدوں کی مٹ جائینگی سب رقابت — مذاہب کو ہوگی تعصب سے فرصت
مگر ان کی بڑھ جائے گی اور طاقت — کرو صبر - آتا ہے اچھا زمانہ
کریں سب مدد ایک کی ایک مل کر — یہی بات واجب ہے ہر مرد و زن پر
لگے ہاتھ سب کا تو اٹھ جائے چھپر — کرو صبر - آتا ہے - اچھا زمانہ

یاد کرو تلفظ اور معنی

مسرت سبب تفاخر عقیدہ تعصب ترانہ
تعاقب منتخب رقابت زن

(۲۵) نئی دنیا کا پانا

۱- سمندر میں کشتیاں اور جہاز چلانا اور کنارے کے قریب سفر کرنا تو مدت ہائے دراز سے جاری تھا- مگر ساحل کو چھوڑ کر بحر اعظم کی موجوں میں جہاز ڈالنے کی جرأت کسی قوم کو نہ تھی کیونکہ اس وقت تک بڑے سمندر کے اندر سمتوں کا پہچاننا اور منزل مقصود کا سراغ لگانا کسی کو نہ آتا تھا-

۲- تیرھویں صدی عیسوی میں مقناطیس کی قوت کشش کا قدرتی راز انسان پر منکشف ہوا اور اسکی بدولت قطب نما یا قبلہ نما ایک آلہ ایجاد ہو گیا جس میں ایک سوئی کیل پر گھومتی ہوئی لگائی جاتی ہے- اور وہ مقناطیسی خاصیت سے جس کا سبب کوئی نہیں جان سکتا- ہمیشہ قطب شمالی کی جانب مائل رہتی ہے-

۳- جبکہ قطب نما کی وساطت سے شمالی سمت ٹھیک معلوم ہونے لگی تو باقی تین سمتوں کا دریافت ہونا کچھ مشکل نہ تھا- اس طرح فن جہاز رانی میں ایک نئی جان پڑ گئی- اور حق یہ ہے کہ اس ڈیڑھ انچ کے چھوٹے سے آلہ کی ایجاد نے انسان کو اس

بحر بیکراں کا مالک بنا دیا جو تین چوتھائی کرہ زمین پر محیط ہے۔

قطب نما

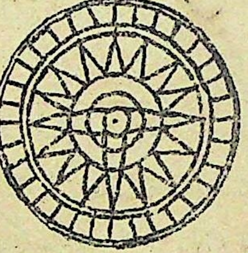

۴۔ اول اول اٹلی کے ملاح اس قدرتی طلسم سے فائدہ اٹھاتے رہے اور نہایت احتیاط کے ساتھ یہ رازِ سربستہ اپنے خاص عزیزوں یا فرزندوں کو مخفی طور پر تعلیم کرتے رہے تاکہ غیر قوموں کو اس کی ہوا نہ لگے۔ مگر کہاں تک اخفا کرتے آخر کار دوسری قوموں کے عیار بھی لے اڑے اور یہاں تک یہ ہنر پھیلا کہ عام ہو گیا۔ پھر تو دل چلے جہاز راں بڑے ذخار اور عمیق سمندروں کے طے کرنے کا حوصلہ کرنے لگے۔

۵۔ اس خاصیت کے انکشاف سے دو صدی بعد نامور کولمبس سرزمین اٹلی کے شہر جینوا میں پیدا ہوا۔ اور ہوش سنبھال کر تجربہ کار ملاحوں کے ساتھ جو اس زمانہ میں اس فن کے استاد تھے۔ بحری سفر کے خوب تجربے کیے۔

۶۔ اس زمانے میں ہندستان کی بے شمار دولت بیش بہا جواہرات اور زر و سیم کے خزانوں کی کہانیاں اہل یورپ کے

کانوں میں گونج رہی تھیں۔ اور ہر قوم کے عالی ہمت و بلند حوصلہ اشخاص ہندوستان کی تلاش و طلب میں بیتاب تھے زمانے کی ہوا نے عالی حوصلہ کولمبس کے دل کو بھی اُبھارا۔ اور ہند کا سودا اسکے سر میں پیدا کر دیا۔

۷۔ اس کو علم جغرافیہ کے قاعدوں سے یقین ہو گیا تھا۔ کہ زمین ایک مدور کرہ ہے۔ اس لئے مغرب کو سفر کریں۔ خواہ مشرق کو ہر طرف سے منزل مقصود تک رسائی ممکن ہے۔ اسکے علاوہ مغربی سمندر میں اس نے کچھ ایسی لکڑیاں بھی پائی تھیں۔ جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اس بحر اعظم کے پار ضرور کوئی سرزمین ہے۔ مگر علم ہمت اور استقلال کے سوا غریب کولمبس کے پاس کیا دھرا تھا کہ وہ سفر عظیم کے لئے جہازی بیڑہ تیار کر سکتا۔ ناچار اُس کو والیان ملک اور صاحبان تخت و تاج سے امداد کی التجا کرنی پڑی۔

۸۔ اول اپنے ہی ملک کے بادشاہ سے درخواست کی مگر کون سنتا تھا۔ پھر والی پرتگال سے پھر فرماں روائے برطانیہ سے مدد چاہی۔ مگر کہیں دال نہ گلی۔ کیونکہ اس عہد کے کم علم وزرا، امرا اس کے منصوبے کو سمجھ ہی نہ سکتے تھے۔

۹۔ آخر کار شاہ ہسپانیہ کو عرضی دی۔ اُن دنوں شہر غرناطہ پر اہل اسلام سے اُس کی جنگ ہو رہی تھی۔ اس لئے کچھ التفات اُس وقت نہ ہوا۔ کچھ دنوں بعد جبکہ بادشاہ فتح کی خوشیاں منا رہا تھا

اس کی درخواست پھر پیش ہوئی اور ملکہ ہسپانیہ کی سفارش اور فیاضی سے منظور بھی ہوگئی۔

۱۰۔ ۴۳ ہزار روپیہ سے اُس نے تین جہازوں کا بیڑہ تیار کیا۔ اور ۸ برس کی متواتر محنت کے بعد سامان سفر مہیا کر کے ۳ اگست ۱۴۹۲ء کو اس اولوالعزم ذی حوصلہ ناخدا نے خدا کے نام پر جہازوں کا بادبان کھولا اور لنگر اُٹھا کر مغربی سمت کو خاک ہند کی جستجو میں روانہ ہوا۔

۱۱۔ جہازرانی کا تمام کام اسی کی رائے و تدبیر اور اسی کے حکم پر موقوف تھا۔ وہ نہایت سرگرمی سے اپنے کام میں مشغول رہتا۔ نہ رات کو چین تھا نہ دن کو آرام، منزل مقصود کی دھن میں ٹھیک پچھم کی طرف جہازوں کو اڑائے چلا جاتا تھا۔ مگر جہازیوں کو صحیح نہ بتاتا کہ کتنی مسافت طے ہوئی ہے۔

۱۲۔ اکتوبر کی پہلی تاریخ تک اس نے چھ سو پچاس کوس قطع کئے۔ مگر ہمراہیوں کو چار سو نوے ہی بتائے۔ کنارے کا ابتک کچھ پتہ نشان نظر نہ آتا تھا۔ ایک بحر مواج و ناپیداکنار میں بڑھے چلے جاتے تھے۔ ناچار تمام جہازی گھبرا گئے۔ اور بیم ہلاکت و خوف تباہی اُن کے دلوں پر ایسا چھایا کہ سب نے جہازوں کا رخ وطن کی طرف پھیرنے کے لئے سخت اصرار کیا۔ مگر اے کولمبس تیری ہمت اور تیرا استقلال کہ باوجود اس شور و غوغا اور مزاحمت کے کبھی پست ہمتی کو پاس نہ پھٹکنے دیا اور اپنے عزم بالجزم کے پورا

کرنے پر نہایت دلیری سے ثابت قدم رہا۔

۱۳- اُس نے اپنے ہوش و حواس ہمیشہ بجا رکھے۔ بد دل و غیر مستقل ساتھیوں کو کبھی نرمی سے تھپکتا۔ کبھی گرمی سے جھڑکتا اس تدبیر سے تھوڑی دیر کو لوگوں کا ولولہ دب جاتا۔ مگر پھر ناامیدی اور خوف کا جوش و خروش اُن کو بغیر از حد حواس کر دیتا تھا۔

۱۴- ایکدن جہاز والوں نے باہم سازش کی۔ کہ " یوں تو اس بلائے ناگہانی سے پیچھا چھوٹنا مشکل ہے۔ آؤ! منحوس کولمبس کو پکڑ کر سمندر میں ڈھکیل دیں۔ اور جہازوں کو لے کر اپنے وطن کو مراجعت کریں۔" جب اس نے دیکھا کہ لوگوں کے تیور بدلے ہوئے ہیں۔ نہ تو اب تشفی کام دیتی ہے۔ نہ غصے کا موقع ہے۔ تو ناچار اُن سے عہد و پیمان کیا۔ کہ " تین دن اور صبر کرو۔ پھر بھی ساحل نہ ملے تو البتہ مراجعت کریں گے۔"

۱۵- اُس وقت بعض علامات سے اس کو اطمینان ہو چلا تھا کہ غالباً کوئی سرزمین قریب ہے۔ کیونکہ سمندر کا عمق کم ہوتا جاتا تھا۔ اور میوؤں کے خوشے ہری شاخیں سطح آب پر دکھائی دینے لگی تھیں۔

۱۶- غرض اکتوبر کی ۱۱ر تاریخ کو بہادر کولمبس نے حکم دیا۔ کہ " جہازوں کے بادبان اُتار دو۔" اس مژدے کے سنتے ہی سارے جہازیوں کی جان میں جان آگئی۔ اور ہر شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کنارے کی جانب اُمید کی بھری ہوئی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

آدھی رات کا وقت تھا کہ اس تاریکی میں کنارے کی آبادیوں کی روشنی نے یکایک اُن کی مایوس آنکھوں کو منور کیا۔ فوراً اگلے جہازیوں نے جوشِ مسرت میں ایک نعرہ مارا۔ اور "زمین زمین" کہہ کر چلا اُٹھے۔ کیلہی جانفزا صدا تھی۔ جو ہوا اور سمندر کی موجوں میں گونجتی ہوئی پچھلے جہاز والوں کے کان میں پڑی جس سے ہر شخص نے جان لیا کہ اب ہماری کشتیاں ساحلِ مراد پر آ لگی ہیں۔

۱۷۔ صبحدم اِدھر اُدھر نگاہ ڈالی تو کوس بھر کے فاصلے پر ایک جزیرہ۔ اُسکے گھنے درخت اور سبزہ زار نظر آنے لگے۔ ہر شخص کا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔ سب نے کولمبس سے اپنی بے صبری۔ بے ادبی اور گستاخی کی معافی مانگی چھوٹی کشتی دریا میں ڈالی گئی اور کچھ لوگ سوار ہو کر کنارے کی جانب چلے۔ سب سے پہلے کولمبس ہی نے اس سرزمین پر قدم رکھا اسکے بعد اور لوگ اُترے خدا کا شکر بجا لائے اور شاہ اسپین کے نام کا جھنڈا گاڑ دیا۔

۱۸۔ اس جزیرے کے وحشی اور جنگلی آدمی ان گورے گورے نوواردوں کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ انھوں نے خیال کیا کہ یہ جہاز اڑنے والے جانور ہیں۔ بادبان ان کے پر ہیں۔ جہاز والوں نے جو توپیں داغیں تو بہت ڈرے۔ اس آواز کو بادل کی گرج اور روشنی کو بجلی کی چمک تصور کیا۔ ان آدمیوں کو سورج کی اولاد سمجھے اور خیال کیا کہ بالضرور یہ آسمان سے اُترے ہیں۔

۱۹۔ شام کے وقت کئی دیسی آدمی کشتی پر سوار کر کے جہاز کے پاس لائے گئے۔ انھوں نے چند قسم کا کھانا بطور ضیافت کولمبس کو نذر کیا۔ جسکے صلے میں پوتھوں کے ہار چھوٹی چھوٹی گھنٹیاں اور کچھ کم قیمت چیزیں ان کو دی گئیں۔ یہ پہلی ملاقات تھی۔ جو نئی اور پرانی دنیا کے باشندوں میں ۱۱۔ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو ہوئی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

سُراغ سربستہ مُدوّر بیم جانفزا نذر مُنکشف اخفا
دُور را ہلاکت صدا مژدہ مائل عیّار تواتر
عزم بالجزم نووارد ولولہ وساطت زخّار سرگرمی
عمق نازل بے کراں عمیق مسافت خوشہ ضیافت
طِلسم انکشاف مروّج نعرہ اُفرا

۲۶	ہندوستان کے پھول	از آرائش محفل

ہے اس مملکت کی عجب گل زمیں — ہیں پھول یاں کے سے ہوتے ہیں
دل بستہ دیکھ انکو ہو باغ باغ — جو سونگھے تو بھر جائے بو سے دماغ
گندھے بن گندھے گر وہ محفل میں آئیں — تو مجلس کا عالم چمن کا بنائیں
کروں وصف کیا موگرے کا بیاں — کہ اک اک کلی اسکی ہے عطرداں
خوش آیند ہے نکہت رائے بیل — رہے بزم میں اسکی نت ریل پیل

بہت موتیا کی پیاری ہے بُو	ہر اک گُل سے اسکی نیاری ہے بُو
نواڑی کی ازبسکہ میٹھی ہے بو	دلوں کو وہ مقبول کیونکر نہ ہو
جُدا سب سے ہے دوپہریا کا روپ	کہاں اسکی رنگت کو لگتی ہے دھوپ
گُلوں سے نرالا ہے گُل چاندنی	چمن کا اُجالا ہے گُل چاندنی
ہر اک گُل کا ہے رنگ و عالم جُدا	نہیں لطف سے کوئی خالی ذرا
جسے دیکھئے ہر طرح خوب ہے	طبیعت کو ہر اک کی مرغوب ہے
ہوئے سستے یوں تاکہ پہنے منگتا	زنِ بے نوا و زنِ بادشاہ
جو عالم دکھاتے ہیں مٹی کے پھول	وہ ہرگز نہ ہوں موتیوں سے حصول

یاد کرو تلفظ اور معنی

مُملکت دل بستہ خوش آئند بزم
گُل زمیں عالم نکہت مرغوب

۲۷ آسمان اور تارے

از مؤلف

اگر تیری قدرت کی کاریگری	نہ کرتی سمجھ بوجھ کر رہبری
تو وہ سر پٹکتی ہی رہتی مدام	طلب میں بھٹکتی ہی رہتی مدام
بنائی ہے تو نے یہ کیا خوب چھت	کہ ہیں سارے عالم کی جسمیں کھپت
یہ سقفِ کہن ہے ابھی تک نئی	اسے دیکھتی یوں ہی دنیا گئی
زمیں پر گئیں کتنی نسلیں گذر	رہی اس کی ہیئت پہ یکساں نظر
اسے سب نے پایا اسی ڈھنگ پر	اسے سب نے دیکھا اسی رنگ پر

عجب ہے یہ خیمہ رسن ہے نہ چوب
نہ در ہے نہ منظر، نہ کوئی شگاف
کہیں جوڑ ہے اور نہ پیوند ہے
عجب قدرتی شامیانہ ہے یہ
بنایا ہے کیا دست قدرت نے گول
یہ تارے جو ہیں آتے جاتے ہوئے 1
نظر آ رہے ہیں عجب شان سے
چراغ ایسے روشن جو بن تیل ہیں
ہیں یہ لعل و گوہر جو بکھرے ہوئے
نظر میں جو اتنے سے آتے ہیں یہ
جداگانہ رکھتے ہیں اپنا مدار
یہ قائم ہیں تیری ہی تقدیر سے
وہ زنجیر کیا ہے؟ کشش باہمی
عجب تو نے باندھی ہے یہ باگ ڈور
یہ سب لگ رہے ہیں اسی لاگ پر
ہر اک کے لئے اک معین ہے دور
سدا چال کا ایک انداز ہے
ہے ان سب کا آئین ایجاد ایک
ہر اک چیز ذرے سے تا آفتاب

ہمیشہ مصفا ہے بے رفت و روب
ادھر سے ادھر تک ہے میدان صاف
جدھر دیکھئے اُس طرف بند ہے
نظر کی پہنچ کا ٹھکانہ ہے یہ
چیرس ہے نہ جھری نہ سلوٹ نہ جھول
چمکتے ہوئے جگمگاتے ہوئے
ہیں لٹکے ہوئے سقف ایوان سے
یہ تیری ہی قدرت کے سب کھیل ہیں
زمیں سی بھی ہیں ان میں اکثر بڑے
بہت دور چکر لگاتے ہیں یہ
نہیں جانتا کوئی ان کا شمار
بندھے ہیں بہم سخت زنجیر سے
نہ اس میں خلل ہو نہ بیشی کمی
تناسب کا رہتا ہے آپس میں زور
لگاتے ہیں چکر اسی باگ پر
وہی اک وتیرہ وہی ایک طور
نہ کھٹکا نہ آہٹ نہ آواز ہے
ہنر ایک ہے اور استاد ایک
بلا شبہ رکھتی ہے یکساں حساب

ہیں ذروں میں خورشید کی سی صفات حقیقت میں ہے یاں دو رنگی کہاں	ہے خورشید بھی ذرہ کائنات جہاں ذرہ ہے اور ذرہ جہاں

یاد کرو۔ تلفظ اور معنی

رہبری کہن رفت و روب ایوان خورشید مدام رسن
منظر مدار کائنات سقف مصفا شگاف ذیرہ معین

(۲۸) شیر شاہ سوری

۱۔ شیر شاہ ہندوستان کے بادشاہوں میں ایک عظیم الشان بادشاہ گزرا ہے جس نے ایک سپاہی کے درجے سے ترقی کر کے شاہی کا مرتبہ حاصل کیا تھا۔

۲۔ اس کا دادا ابراہیم خاں سوری تلاش معاش کے لئے ہندوستان میں وارد ہوا۔ اور مدت العمر امرائے لودی کی نوکریاں کرتا رہا۔ اس کا باپ حسن خاں جو ہندوستان ہی میں پیدا ہوا تھا۔ حسن لیاقت کی بدولت ابراہیم لودی کے عہد میں پانسو سواروں کا افسر مقرر ہوا۔ اور صوبہ بہار میں سہسرام کا پرگنہ اسکو بطور جاگیر کے مل گیا۔

۳۔ فرید خاں جو آیندہ شیر شاہ کہلائے گا۔ عالم جوانی میں باپ کی سختیوں سے ملول ہو کر سہسرام سے جون پور چلا گیا۔ اور وہاں تحصیل علم میں مصروف رہ کر علم ادب اور تواریخ میں اس نے بڑی مہارت پیدا کی آخر مثنا پر جا کر باپ نے بلا لیا۔ اور جاگیر کے کاموں کا انصرام اس کے سپرد

کیا۔ اس ہونہار نے ایسا عمدہ انتظام کیا کہ رعایا خوش حال اور باپ کا خزانہ مالا مال ہو گیا۔ باپ کی وفات کے بعد ابراہیم لودی کے حکم سے یہ جاگیر خود اُس کے نام ہو گئی۔

۴۔ تھوڑے ہی عرصے بعد ایک انقلاب عظیم واقع ہوا۔ ابراہیم لودی مارا گیا۔ بابر فتحیاب ہوا۔ صوبہ دار بہار خود مختار بادشاہ بن بیٹھا۔ اب فرید خاں بہار کے نئے بادشاہ کا ملازم ہو گیا۔ ایک روز تلوار سے شیر کا شکار کیا۔ اس دلاوری کے صلے میں شیر خاں کا خطاب پایا۔ پھر شاہ بہار سے ناچاقی ہو گئی۔ تو آکر بابر کے ہواخواہوں میں داخل ہو گیا۔

۵۔ بابری دربار کے رنگ ڈھنگ دیکھ کر اس نے خوب جانچ لیا کہ اگر ہمارے پٹھان بھائی باہمی نزاع کو دور کر کے یکدل ہو جائیں تو ان مغلوں کو ابھی دم کے دم میں ہندوستان سے نکال باہر کریں۔ اسکے احباب نے یہ باتیں سنیں نوجوانی کی ترنگ سمجھ کر اس کا مضحکہ اُڑایا۔ بالجملہ وہ بابری دربار سے مایوس و متنفر ہو کر بلا رخصت چل دیا۔ اور پھر دربار شاہ بہار کا تقرب حاصل کیا۔

۶۔ جب شاہ بہار نے عالم فانی سے ملک جاودانی کی راہ لی تو اسکے جانشین کو خارج کر کے شیر خاں نے ملک بہار کو اپنے قبضہ تصرف میں کر لیا۔ پھر ملک بنگالہ کی تسخیر پر متوجہ ہوا۔ اسی اثنا میں ہمایوں نے اس پر لشکر کشی کی۔

۷- چند معرکوں میں شیر خاں غالب اور ہمایوں مغلوب ہوا مگر قنوج کی آخیر جنگ میں تو ہمایوں نے ایسی ہزیمت پائی کہ پھر ہندوستان میں ٹھہر ہی نہ سکا۔ چار ناچار ایران جا کر پناہ لی۔ اب شیر خاں بلقب شیر شاہ ہندوستان کے تخت و تاج کا مالک ہوا اور جو منصوبہ اس نے باندھا تھا پورا کر دکھایا۔

۸- اس بادشاہ کو ایجاد قوانین کا بڑا ملکہ تھا۔ رعایا اور کاشتکاروں کی سرسبزی کو ہمیشہ مدنظر رکھتا۔ کسی ملک پر چڑھائی کرتا تو کسانوں کو آزار نہ پہنچاتا۔ زراعت کی پامالی کا عوضانہ دلاتا۔ عدالت گستری میں چاہے اس کا عزیز قریب ہی کیوں نہ ہو کسی کی رو رعایت نہ کرتا۔ راستوں کی امن و حفاظت کا خوب بندوبست کیا تھا۔ کوئی تاجر اثنائے راہ میں مر جاتا تو اس کا مال اُسکے وارثوں کو پہنچاتا۔

۹- فوج کے گھوڑوں پر داغ لگانے کا قاعدہ اسی نے اختراع کیا تھا۔ خیرات خانے اور سرائیں بہ کثرت تعمیر کرائیں۔ سوداگروں کی آمد و شد کے لئے عمدہ سڑکیں بنوائیں۔ غرض وہ بڑا عالی ہمت۔ فیاض اور منتظم تھا۔ مگر ملکی معاملوں میں اس نے دغا و فریب بھی کیا جو اس کے اخلاق پر سخت بدنما دھبہ معلوم ہوتا ہے۔

۱۰- اس کی موت قلعہ کالنجر کے محاصرہ کے وقت اس طور سے ہوئی کہ غنیم کا گولہ اُس کے میگزین میں پڑا جس سے اُس کا بدن بھک گیا۔ اس نزع کی حالت میں بھی وہ اپنی فوج کو قلعہ پر حملہ

کرنے کا حکم دیتا رہا۔ اور جوں ہی فتح کی صدا اُسکے کان میں پہنچی۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ اور پھر سانس نہ لیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

عظیم الشّان ناچاقی مضحکہ فانی ملکہ اختراع
مدت العمر ہواخواہ بالجملہ جاودانی عدالت گستری
میگزین علم ادب نزاع تقرّب تسخیر محاصرہ
نزع انصرام نزنگ تصرف ہزیمت متنفّر

(۲۹) قطعہ مرزا غالب

پیر و مرشد! اگرچہ مجھ کو نہیں
ذوقِ آرائشِ سر و دستار

کچھ تو جاڑے میں چاہیے آخر
تا نہ دے بادِ زمہریر آزار

کیوں نہ درکار ہو مجھے پوشش
جسم رکھتا ہوں ہے اگرچہ نزار

کچھ خریدا نہیں ہے اب کی سال
کچھ بنایا نہیں ہے اب کی بار

رات کو آگ اور دن کو دھوپ
بھاڑ میں جائیں ایسے لیل و نہار

آگ تاپے کہاں تلک انسان
دھوپ کھائے کہاں تلک جاندار

میری تنخواہ جو مقرر ہے
اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک
خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھ کو دیکھو تو ہوں بقیدِ حیات
اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض	اور رہتی ہے سود کی تکرار
میری تنخواہ میں تہائی کا	ہوگیا ہے شریک ساہوکار
آپ کا بندہ اور پھروں ننگا	آپ کا نوکر اور کھاؤں اُدھار
میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ	تا نہ ہو مجھ کو زندگی دشوار
تم سلامت رہو ہزار برس	ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

یاد کرو تلفظ اور معنی

مرشد ذوق دستار زمہریر پوشش

نزار لیل نہار ہنجار حیات

۳۳۔ بخاری یا دخانی کشتی

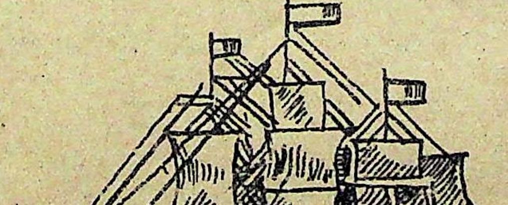

۱۔ دُخانی یا دھوئیں کی کشتی اُس کشتی کو کہتے ہیں جس میں ایک انجن لگا رہتا ہے اور جب وہ گرم کیا جاتا ہے تو اُسکے دو وکش میں سے

دھواں نکلتا نظر آتا ہے۔ جس طرح تم ریل گاڑی کے انجن میں سے دھوئیں کے بخارے اٹھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اسی طرح کشتی کے انجن سے نکلا کرتے ہیں۔ عام لوگوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو خیال کیا کہ کشتی دھوئیں کے زور سے چلتی ہے۔ اسی واسطے اس کا یہ نام تجویز کر لیا۔

۲۔ درحقیقت کشتی میں دھوئیں کا زور کچھ کام نہیں دیتا۔ بلکہ انجن میں ایک دیگ ہوتی ہے جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔ جب اس دیگ کے تلے لکڑی یا کوئلہ جلاتے ہیں۔ تو حرارت کے اثر سے پانی گرم ہو کر بھاپ بنتا ہے۔ بھاپ اپنے پھیلنے کو بہت جگہ چاہتی ہے۔ چونکہ وہ ہر طرف سے بند ہوتی ہے اور صرف ایک پرزہ پر اس کا سارا زور جا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ پرزہ حرکت کرتا ہے، اُس کی حرکت سے کارخانہ کی تمام کلیں چلنے لگتی ہیں۔ اس قسم کے انجنوں سے کہیں تو لوہے اور لکڑی کا کارخانہ جاری ہے۔ کہیں کپڑا بنا جاتا ہے۔ کہیں کاغذ بنتا، کہیں اینٹیں پکتی ہیں۔ کہیں برف جمائی جاتی ہے۔

۳۔ بعض انجن اس قسم کے بنائے گئے ہیں۔ جو پہیوں کے ذریعہ سے خود بھی حرکت کرتے ہیں اور جو شے اُن کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اس کو بھی اپنی زبردست طاقت سے کھینچ لے جاتے ہیں۔ ان متحرک انجنوں کے وسیلے سے خشکی میں ریل گاڑیاں اور ندی میں کشتیاں مال اور مسافروں سے معمور اڑی پھرتی ہیں۔

۴۔ کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا کہ کشتیاں محض ڈانڈ کے سہارے سے

چلائی جاتی تھیں۔ ڈانڈ کی حرکت سے ملاح پانی کو جھکولا دیتا تھا۔ پانی کے ہٹتے ہی کشتی آگے بڑھ جاتی تھی۔ اس ترکیب سے کشتی بہاؤ پر خوب چلتی۔ مگر دریا کے چڑھاؤ پر یا دھارے کو کاٹ کر یا بادِ مخالف کے مقابلہ میں جانا البتہ دشوار تھا۔

۵۔ جب بخار کی طاقت سے انواع و اقسام کی کلیں چلنے لگیں تو ملک امریکہ میں ایک دانشمند نے اس کام پر توجہ کی۔ کہ انجن کے ذریعہ سے کشتی چلائے۔ اُس نے کشتی میں ایک انجن لگایا اور اُس کے ساتھ دو گھومتے پہیے کشتی کے اطراف میں قائم کیے۔ پہیوں میں چند ڈانڈ لگا دیئے جب بھاپ کی طاقت سے حرکت پیدا ہوئی تو انجن کی چرخیاں گردش کرنے لگیں۔ اُن کے وسیلے سے دونوں پہیے جو کشتی کے سروں پر لگائے گئے تھے۔ چکر کھانے لگے۔ اُن کی گردش سے ہر ایک ڈانڈ پے در پے پانی کو ہٹانے لگا۔ اس طرح کشتی بغیر ملاح کی کوشش کے نہایت سرعت کے ساتھ سطحِ آب پر رواں ہوگئی۔

۶۔ سب نے اُس کشتی کو پسند کیا اور روز بروز اس کا رواج بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں بخاری کشتیوں اور جہازوں کی ساخت کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہوگئے اور جس قدر ...... زمانہ گزرتا گیا دُخانی کشتیوں کی ساخت میں اور مفید باتیں ایجاد ہوتی چلی گئیں۔

۷۔ اگلے زمانے میں انگلستان اور ہندوستان کے درمیان پانچ

دھواں نکلتا نظر آتا ہے۔ جس طرح تم ریل گاڑی کے انجن میں سے دھوئیں کے بغارے اٹھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ اسی طرح کشتی کے انجن سے نکلا کرتے ہیں۔ عام لوگوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو خیال کیا کہ کشتی دھوئیں کے زور سے چلتی ہے۔ اسی واسطے اس کا یہ نام تجویز کر لیا۔

۲۔ درحقیقت کشتی میں دھوئیں کا زور کچھ کام نہیں دیتا۔ بلکہ انجن میں ایک دیگ ہوتی ہے جس میں پانی بھرا جاتا ہے۔ جب اس دیگ کے تلے لکڑی یا کوئلہ جلاتے ہیں۔ تو حرارت کے اثر سے پانی گرم ہو کر بھاپ بنتا ہے۔ بھاپ اپنے پھیلنے کو بہت جگہ چاہتی ہے۔ چونکہ وہ ہر طرف سے بند ہوتی ہے اور صرف ایک پرزہ پر اس کا سارا زور جا پڑتا ہے۔ اس لئے وہ پرزہ حرکت کرتا ہے۔ اس کی حرکت سے کارخانہ کی تمام کلیں چلنے لگتی ہیں۔ اس قسم کے انجنوں سے کہیں لوہے اور لکڑی کا کارخانہ جاری ہے۔ کہیں کپڑا بنا جاتا ہے۔ کہیں کاغذ بنتا ہے، کہیں اینٹیں پکتی ہیں۔ کہیں برف جمائی جاتی ہے۔

۳۔ بعض انجن اس قسم کے بنائے گئے ہیں۔ جو بھاپ کے ذریعہ سے خود بھی حرکت کرتے ہیں اور جو شے ان کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اس کو بھی اپنی زبردست طاقت سے کھینچ لے جاتے ہیں۔ ان متحرک انجنوں کے وسیلے سے خشکی میں ریل گاڑیاں اور ندی میں کشتیاں مال اور مسافروں سے معمور اڑی پھرتی ہیں۔

۴۔ کچھ بہت زمانہ نہیں گزرا کہ کشتیاں محض ڈانڈے کے سہارے سے

چلائی جاتی تھیں۔ ڈانڈ کی حرکت سے ملاح پانی کو جھکولا دیتا تھا۔ پانی کے ہٹتے ہی کشتی آگے بڑھ جاتی تھی۔ اس ترکیب سے کشتی بہاؤ پر خوب چلتی۔ مگر دریا کے چڑھاؤ پر یا دھارے کو کاٹ کر یا بادِ مخالف کے مقابلہ میں جانا البتہ دشوار تھا۔

۵۔ جب بخار کی طاقت سے انواع و اقسام کی کلیں چلنے لگیں تو ملک امریکہ میں ایک دانشمند نے اس کام پر توجہ کی۔ کہ انجن کے ذریعہ سے کشتی چلائے۔ اُس نے کشتی میں ایک انجن لگایا اور اُس کے ساتھ دو گھومتے پہیے کشتی کے اطراف میں قائم کیے۔ پہیوں میں چند ڈانڈ لگا دیئے جب بھاپ کی طاقت سے حرکت پیدا ہوئی تو انجن کی چرخیاں گردش کرنے لگیں۔ ان کے وسیلے سے دونوں پہیے جو کشتی کے سروں پر لگائے گئے تھے چکر کھانے لگے۔ اُن کی گردش سے ایک ڈانڈ پے در پے پانی کو ہٹانے لگا۔ اس طرح کشتی بغیر ملاح کی کوشش کے نہایت سرعت کے ساتھ سطحِ آب پر رواں ہو گئی۔

۶۔ سب نے اُس کشتی کو پسند کیا اور روز بروز اس کا رواج بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے ملکوں میں بخاری کشتیوں اور جہازوں کی ساخت کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے اور جس قدر ...... زمانہ گذرتا گیا دُخانی کشتیوں کی ساخت میں اور مفید باتیں ایجاد ہوتی چلی گئیں۔

۷۔ اگلے زمانے میں انگلستان اور ہندوستان کے درمیان بانچ

چھ مہینے بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے میں سفر طے ہوتا تھا اب دخانی جہازوں کی بدولت تین ہفتے سے زیادہ نہیں لگتے۔ پہلے بادِ مخالف اور طوفان کے مقابلے میں جہازوں کا کچھ قابو نہ چلتا تھا۔ مگر اب طوفان کے جھوکوں اور دریا کی موجوں کو ریلتا پیلتا سیدھا چلا جاتا ہے، دخانی کشتیاں تیز دھار کو کاٹتی ہوئی چڑھاؤ کے رُخ بے تکلف رواں دواں پھرتی ہیں۔

۸۔ ان دخانی کشتیوں کی ایجاد نے سفر اور تجارت کو نہایت آسانی اور ترقی بخشی ہے۔ برسوں کا سفر مہینوں میں اور مہینوں کا سفر ہفتوں میں قطع ہونے لگا یا یوں سمجھو کہ دنیا سکڑ کر چھوٹی ہو گئی اور دور دور دراز کے ملک ایک دوسرے کے قریب آ گئے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

دود کش وابستہ متحرک انواع سرعت ملاح
پرزہ معمور بادِ مخالف اقسام ساخت اطراف

۳۱۔ ریلوے انجن کا موجد جارج سٹیونسن

۱۔ اب سے ایک صدی قبل نیوکاسل کے قریب کسی موضع میں ایک مزدور رہتا تھا۔ آمد قلیل۔ عیال کثیر بمشکل گزران ہوتی۔ ۱۷۸۱ء میں اُس کے ایک اور بچہ پیدا ہوا عسرت کی وجہ سے کم سنی ہی میں مزدوری پر لگا دیا۔ شام کے وقت کوئلوں کے احاطے

کا پھاٹک بھیڑ دینا اور پون پیسہ روز پاتا۔ پھر شلجم کھودنے لگا جس کی اُجرت ڈیڑھ پیسہ یومیہ تھی۔

۲۔ ایک دن اس لڑکے کی بڑی بہن ٹوپی خریدنے کے لئے نیوکاسل کو چلی۔ لڑکا تھا اُن دنوں ٹھالی۔ بہن کے ساتھ ہو لیا۔ بہت جستجو کے بعد لڑکی کو ایک ٹوپی پسند آئی۔ قیمت پوچھی تو گنڈے دو آنے۔ بھلا اُس بیچاری کے پاس اتنے دام کہاں؟ دُکاندار سے کمی قیمت کی خواہش کی۔ مگر بے سود۔ ناچار آگے بڑھی۔ پر حسبِ خاطر خواہ ٹوپی نہ پائی۔ پھر واپس آئی اور حسرت بھری نگاہوں سے اُسی ٹوپی کو تکنے لگی۔

۳۔ دفعتہً جارج بولا۔ "بہن! ذرا یہیں ٹھہری رہنا۔ یہ کہہ کر چل دیا۔ راہ دیکھتے دیکھتے پورے چار گھنٹے ہو گئے۔ لڑکی بیچاری بہت گھبرائی کہ ضرور میرے بھائی پر کوئی آفت آئی۔ اسی تشویش میں تھی کہ دیکھا جارج ہانپتا ہوا دوڑا چلا آرہا ہے۔ دُور ہی سے چلایا۔ "لو بہن! پیسے لایا۔" جارج نے امیروں کے گھوڑے تھام کر یہ پیسے کمائے تھے۔ اور اسی کام میں اتنی دیر لگی تھی۔ مگر آفریں اس کی ہمت پر کہ بغیر کام پورا کئے نہ پھرا۔ اب دونوں خوش خوش دکان پر گئے۔ دام حوالے کئے اور ٹوپی لے کر بڑے فخر کے ساتھ اپنے گاؤں کو واپس آئے۔

۴۔ جب جارج چودہ برس کا ہوا تو اپنا آبائی پیشہ اختیار

کیا - یعنی کان کے اندر کوئلہ کھودنے لگا جس کی مزدوری آٹھ آنے فی یوم تھی - شراب خوری اور کھیل تماشوں سے اسے سخت نفرت تھی - ابھی تک وہ محض ناخواندہ تھا - مگر علم و فن کا ایسا شائق کہ اپنے مسکن سے چار میل کے فاصلے پر ایک بڑے میاں کے پاس حساب سیکھنے کبھی کبھی جاتا - بیس سال کی عمر تک خاصہ محاسب بن گیا

۵ - اس اثنا میں وہ اپنے کام میں بھی ترقی کرتا رہا - اور زیادہ مزدوری پانے لگا - اپنی شادی بھی کرلی - اس زمانے میں کتابوں کی قیمت گراں تھی اتنا بس انداز نہ ہوتا کہ پڑھنے کے لئے کتابیں خرید سکے اس لئے موچی اور درزی کا پیشہ کرنے لگا - جوتیاں بھی بناتا اور کوٹ بھی سیتا ان دو پیشوں کی آمدنی سے گھر کا کام چلاتا - اور جو بچتا اسکی کتابیں خرید لیتا -

۶ - کچھ عرصے کے بعد وہ انجن چلانے والے کا نائب ہوگیا - اس کے کل پرزوں پر خوب غور کیا - اور کامل واقفیت حاصل کرنے کے بعد نمونے کے طور پر ایک انجن اپنے ہاتھ سے بنایا - اس میں ایک ایسی ایجاد کی کہ پہلے انجنوں سے اس کا انجن زیادہ کام دینے لگا اب اس کی تنخواہ بارہ روپیہ فی ہفتہ ہوگئی -

۷ - ایک بار اتفاقاً اسکے گھر میں آگ لگی - ہمسایوں نے آگ تو بجھادی - مگر اس ہنگامہ میں اس کی گھڑی جو سارے اثاثہ میں ایک عزیز چیز تھی خراب ہوگئی - اسکی درستی میں روپیہ بہت صرف ہوتا تھا

ناچار اپنے ہاتھ سے اس کو ٹھیک ٹھاک کر کے چلتا کیا۔ پھر تو سب محلے والے اپنی گھڑیاں اس سے صاف کرانے لگے۔ موچی اور درزی کے علاوہ جارج گھڑی ساز بھی مشہور ہو گیا۔

۸۔ اب جارج کو پھر ترقی ملی۔ اور وہ انجن کا افسر مقرر ہوا جہاں یہ کام کیا کرتا تھا اس کے قریب ہی ایک اور کان تھی۔ کس میں اتنا پانی بھر آ کہ کام بند ہو گیا۔ مہتمم کارخانہ سخت مایوسی کی حالت میں تھا۔ جارج بھی دیکھنے کو گیا۔ اور بہت ہی غور و خوض کر کے بولا" ایک ہفتہ میں اس کو خشک کر سکتا ہوں۔" غرض وہ کام جارج کو سپرد ہوا۔ تو وہ ہی دن میں کل کے ذریعہ سے سارا پانی کھینچ ڈالا۔ اس خدمت کے صلے میں اس کو ہزار روپے کا انعام اور چیف انجینیری کا عہدہ مل گیا۔

۹۔ ۱۸۱۲ء میں وہ انجن سازی کے کام پر مقرر ہوا۔ جب تک متحرک انجن ایجاد نہیں ہوا تھا۔ غایت درجہ کی غور و فکر کر کے اس نے ایک چلتا ہوا انجن بنا کر کھڑا کیا۔ جو ۱۵؍ جولائی ۱۸۱۴ء کو چلایا گیا وہ پانسو من وزن کے آٹھ چھکڑے فی گھنٹہ چار میل کی رفتار سے لے جانے لگا۔ پھر ایک اور انجن پہلے سے بھی بہتر بنایا۔ سب لوگ اس کو حیرت کی نظر سے دیکھتے اور کہتے کہ ایک نہ ایک دن یہ ضرور پھٹے گا۔

۱۰۔ اس زمانے میں ایک امیر آدمی کوئلہ کی کان کا مالک تھا

کیا۔ یعنی کان کے اندر کوئلہ کھودنے لگا جس کی مزدوری آٹھ آنے فی یوم تھی۔ شراب خوری اور کھیل تماشوں سے اسے سخت نفرت تھی۔ ابھی تک وہ محض ناخواندہ تھا۔ مگر علم و فن کا ایسا شائق کہ اپنے مسکن سے چار میل کے فاصلے پر ایک بڑے میاں کے پاس حساب سیکھنے کبھی کبھی جاتا۔ بیس سال کی عمر تک خاصہ محاسب بن گیا

۵۔ اس اثنا میں وہ اپنے کام میں بھی ترقی کرتا رہا۔ اور زیادہ مزدوری پانے لگا۔ اپنی شادی بھی کرلی۔ اس زمانے میں کتابوں کی قیمت گراں تھی اتنا پس انداز نہ ہوتا کہ پڑھنے کے لئے کتابیں خرید سکے اس لئے موچی اور درزی کا پیشہ کرنے لگا۔ جوتیاں بھی بناتا اور کوٹ بھی سیتا ان دو پیشوں کی آمدنی سے گھر کا کام چلاتا۔ اور جو بچتا اسکی کتابیں خرید لیتا۔

۶۔ کچھ عرصے کے بعد وہ انجن چلانے والے کا نائب ہو گیا۔ اس کے کل پرزوں پر خوب غور کیا۔ اور کامل واقفیت حاصل کرنے کے بعد نمونے کے طور پر ایک انجن اپنے ہاتھ سے بنایا۔ اس میں ایک ایسی ایجاد کی کہ پہلے انجنوں سے اُس کا انجن زیادہ کام دینے لگا اب اس کی تنخواہ بارہ روپیہ فی ہفتہ ہو گئی۔

۷۔ ایک بار اتفاقاً اسکے گھر میں آگ لگی۔ ہمسایوں نے آگ تو بُجھا دی۔ مگر اس ہنگامہ میں اس کی گھڑی جو سارے اثاثہ میں ایک عزیز چیز تھی خراب ہو گئی۔ اسکی درستی میں روپیہ بہت صرف ہوتا تھا

ناچار اپنے ہاتھ سے اس کو ٹھیک ٹھاک کر کے چلتا کیا۔ پھر تو سب محلے والے اپنی گھڑیاں اس سے صاف کرانے لگے۔ موچی اور درزی کے علاوہ جارج گھڑی ساز بھی مشہور ہو گیا۔

۸۔ اب جارج کو پھر ترقی ملی۔ اور وہ انجن کا افسر مقرر ہوا جہاں یہ کام کیا کرتا تھا اس کے قریب ہی ایک اور کان تھی۔ اس میں اتنا پانی بھر آ کہ کام بند ہو گیا۔ مہتمم کارخانہ سخت مایوسی کی حالت میں تھا۔ جارج بھی دیکھنے کو گیا۔ اور بہت ہی غور و خوض کر کے بولا "ایک ہفتہ میں اس کو خشک کر سکتا ہوں۔" غرض وہ کام جارج کو سپرد ہوا۔ تو وہ ہی دن میں کل کے ذریعہ سے سارا پانی کھینچ ڈالا۔ اس خدمت کے صلے میں اس کو ہزار روپے کا انعام اور چیف انجنیری کا عہدہ مل گیا۔

۹۔ ۱۸۱۲ء میں وہ انجن سازی کے کام پر مقرر ہوا۔ جب تک متحرک انجن ایجاد نہیں ہوا تھا۔ غایت درجہ کی غور و فکر کر کے اس نے ایک چلتا ہوا انجن بنا کر کھڑا کیا۔ جو ۲۵ جولائی ۱۸۱۴ء کو چلایا گیا وہ پانسو من وزن کے آٹھ چھکڑے فی گھنٹہ چار میل کی رفتار سے لے چلنے لگا۔ پھر ایک اور انجن پہلے سے بھی بہتر بنایا۔ سب لوگ اس کو حیرت کی نظر سے دیکھتے اور کہتے کہ ایک نہ ایک دن یہ ضرور پھٹے گا۔

۱۰۔ اس زمانے میں ایک امیر آدمی کوئلہ کی کان کا مالک تھا

اس کو کان سے جہاز تک کوئلہ پہنچانے کی اشد ضرورت تھی۔ اتفاقاً جارج سے ملاقات ہوگئی۔ اس نے ترغیب دی۔ کہ "تم کہو تو کان سے جہاز تک ریلوے بنادوں۔" وہ راضی ہوگیا۔ چنانچہ ۲۷ ستمبر ۱۸۲۲ء کو وہ بارہ میل کی سڑک کھولی گئی۔ ×

۱۱۔ اسی وقت میں لیورپول اور مانچسٹر والوں کو بھی مال تجارت کے جلد لانے لے جانے کی فکر لگی ہوئی تھی۔ اول تو تجویز ٹھہری کہ چند چھکڑوں کی قطار گھوڑوں سے کھنچوائی جائے۔ جارج سے بھی اس بارے میں مشورہ کیا۔ اس نے صلاح دی کہ "ریل کی سڑک بناؤ اور متحرک انجن سے کام لو۔"

۱۲۔ یہ بات لغو سمجھی گئی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ان مہیب انجنوں کا دھواں ہوا کو زہریلا بنا دے گا۔ ان کے شعلے نباتات اور زراعت کو تباہ اور خس پوش گھروں کو خاک سیاہ کر دیں گے۔ جارج تو دیوانہ ہے۔ اس کو متحرک انجن ہی کی دھن لگی ہوئی ہے۔" مگر فرقۂ تجار نے زر کثیر جمع کر کے جارج کو کام شروع کرنے کی اجازت دیدی اول رستے کی پیمائش کے لئے ایک گروہ مقرر ہوا وہ اپنا کام رات کو کیا کرتا۔ کیونکہ دن میں قرب و جوار کے گنوار اُن پر پل پڑتے تھے جن کو زمینداروں اور تعلقہ داروں نے اُبھار دیا تھا۔

۱۳۔ بارے خدا خدا کر کے پیمائش کا کام ختم ہوا اور پارلیمینٹ میں ریل بنانے کی غرض سے ایک قانون پیش کیا گیا۔ مگر فوراً نامنظور ہوا۔

ممبران پارلیمنٹ نے کہا۔" ہم واقف ہیں۔ کہ اس رستے میں ایک عمیق دلدل ہے جس کی تھاہ آج تک نہیں ملی۔ یہ کون دیوانہ ہے جو اس پر ریل بنانی چاہتا ہے۔" جارج کا دعویٰ تھا۔ کہ یہ امر ممکن ہے۔ آخر دو نامی انجنیروں نے اس کی رائے کی تصدیق کی۔ وہی بل مکرّر پیش ہوکر منظور ہو گیا۔ الا عام لوگ اس کام کے حامیوں کو خبط الحواس ہی کہتے رہے۔

۱۴۔ جارج نے ریل کی سڑک بنانی شروع کی۔ جب دلدل کی نوبت آئی تو ہزارہا چھکڑے پتھر، اور مٹی کے اس میں ڈالے اور سب غائب۔ حتیٰ کہ لوگ مایوس ہونے لگے۔ مگر جارج یہی کہتا رہا کہ " اور ڈالو" آخر دلدل بھر گئی۔ سڑک بن گئی۔ اور اس پر ریل بچھادی گئی۔ پھر بھی لوگ اس کو مجنوں ہی کہتے رہے۔

۱۵۔ جب سڑک مکمل ہو چلی۔ تو ڈائرکٹروں نے اشتہار دیا کہ جو انجنیر فی گھنٹہ دس میل چلنے والا انجن بنائے گا۔ اس کو پانچ ہزار روپے کا انعام دیں گے۔ جارج نے بھی اپنے بیٹے کی اعانت سے ایک انجن تیار کیا۔ امتحان کے روز چار انجن پیش ہوئے، ہر ایک کی رفتار دیکھی گئی جارج کا انجن جو ایک گھنٹے میں پچیس تیس میل چلا۔ سب سے سبقت لے گیا۔ حکم ہوا کہ ایسے ہی آٹھ انجن اور بنا دے بالآخر ۱۵ ستمبر ۱۸۳۰ء کو مانچسٹر اور لیورپول کے درمیان ریلوے کھولی گئی۔ اکثر نامی گرامی اُمرا اُس وقت موجود تھے یہ سب کچھ

ہوا۔ مگر جارج اور اس کے بیٹے کو عوام الناس پھر بھی وہمی خبطی دیوانہ اور پاگل ہی کہتے رہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

مُوجِد عُسرت ناخواندہ خوض مُہیب مُکرّر قبل
یومیہ مسکن صِلہ خس پوش حتیٰ قلیل تشویش
مُحاسِب اَشد نجّار حامی عیال حوالہ اثاثہ
لغو جوار خبط الحواس کثیر آبائی مسدود اعتراض
تصدیق عوام النّاس

(۳۲) تاروں بھری رات
از مؤلف

ارے چھوٹے چھوٹے تارو
تمھیں دیکھ کر نہ ہوئے
کہ تم اونچے آسماں پر
ہوئے روشن اس روش سے

کہ چمک دمک رہے ہو
مجھے سخت کس طرح تحیر
جو ہے کل جہاں سے اعلیٰ
کہ کسی نے جڑ دیئے ہیں

گہر اور لعل گویا

جو ہیں آفتاب تاباں
وہیں جلوہ گر ہوئے تم
ہے مسافروں کے حق میں

نے۔ چھپایا اپنا چہرہ
یہ تمھاری جگمگاہٹ
بڑی نعمت اور راحت

اگر اتنی روشنی بھی تو غریب جنگلوں میں نہ تمیز راس و چپ کی	نہ میسّر آتی اُن کو یوں ہی بھولتے بھٹکتے نہ طرف کی ہوتی اٹکل
نہ نشان راہ پاتے	
وہ غریب کھیت والے کہ کھڑی ہے جن کی کھیتی کہیں کھہ رہا ہے خرمن یونہیں شام سے سحر تک نہ گھڑی ہے واں نہ گھنٹہ مگر اے چمکنے والو	وہ امید وار دہقاں کہیں کھیت کٹ رہا ہے نہیں آنکھ اُن کی جھپکی ہیں تمام رات جاگے نہ شمار وقت و ساعت ہو تمھیں انھیں سجھاتے
کہ گئی ہے رات اتنی	
وہ جہاز جن کے آگے انھیں ہولناک موجوں کوئی ہے چلا وطن سے انھیں کچھ خبر نہیں ہے نہ تو مرحلہ نہ چوکی نہ کوئی دلیل و رہبر	ہے وسیع بحر اعظم سے مقابلہ ہے کرنا کوئی آ رہا ہے واپس کہ کدھر ہے ان کی منزل نہ سراغ راہ کا ہے مگر اے فلک کے تارو
تمھیں اُن کے رہنما ہو	

یاد کرو تلفظ اور معنی!

تحیر تاباں دہقاں مرحلہ اعلیٰ رہبر راس
خزین سراغ فلک گرچپ ہولناک دلیل

(۳۲) اونٹ

۱- چوپائے دو قسم کے ہیں۔ اہلی اور وحشی۔ اہلی وہ ہیں جو پالنے اور پرورش کرنے سے انسان کے ساتھ مانوس ہو جاتے ہیں جیسے گھوڑا۔ بیل۔ اونٹ وغیرہ۔ وحشی وہ ہیں جو جنگل میں بسر کرتے اور آدمی کی صورت سے بدکتے ہیں جیسے نیل گائے یا ڑھا ارنا بھینسا وغیرہ

۲- تمام اہلی جانوروں میں اونٹ نہایت اصیل و نجیب حلیم و سلیم جانور ہے۔ اس کے جثہ اور اعضا کی ساخت سے صاف عیاں ہے کہ وہ گرم و خشک ریگستانوں کی صعوبتیں جھیلنے اور وہاں کے باشندوں کو مدد دینے کیلئے پیدا کیا گیا ہے

۳- اس کے معدے میں قدرتِ کاملہ نے ایسے خانے بنا دیئے ہیں۔ جن کے اندر وہ ہفتہ بھر کی رسد پانی کی اپنے واسطے بھر لیتا ہے۔ اور بے آب و غیر آباد بیابان کو بے تکان طے کرتا چلا جاتا ہے۔ اس کی پشت پر کوہان ہوتا ہے۔ جو حقیقت میں چربی کا ایک ذخیرہ ہے۔ اور یہ ذخیرہ اسکے معدے کو بھوک کی شدت میں غذا پہنچاتا ہے۔ جبکہ چٹیل اور اجاڑ ریگستانوں میں کہیں گھاس کا تنکا یا جھاڑی جھنڈی کے پتے ببول کے

کانٹے یا چھوہارے کی چند گٹھلیاں بھی اُس کو میسّر نہیں آئیں تو کئی کئی روز تک وہ بیچارہ بغیر چارہ کھائے نہایت صبر و تحمل کے ساتھ اپنی کٹھن منزلیں طے کرتا ہے۔

۴۔ اُس کے سُم چوڑے چپٹے اور نرم گدگدے ہوتے ہیں جو ریتے کے ایسے تھلوں کو بخوبی قطع کرنے کے قابل ہیں جہاں گھوڑے کا سخت سم ٹخنے تک غرق ہو جاتا ہے۔ اس کی طویل گردن اونچی ٹانگیں اُس کی مضبوط پسلیاں اور گھٹنوں اور کوکھوں کے جوڑ صاف ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ باربرداری اور سواری کے لئے نہایت موزوں بنایا گیا ہے۔ وہ مالک کے اشارے پر زانو کے بل بیٹھ جاتا اور اپنی پیٹھ پر بوجھ لدواتا ہے لیکن جب غلطی سے اس کا مالک بار گراں اس کی پشت پر لاد دیتا ہے۔ تو وہ اس کو آگاہ کرنے کے لئے بڑبڑاتا اور شور و غل مچاتا ہے۔

۵۔ ایسے ریگستانی خطوں میں جیسا کہ عرب اور افریقہ کا صحرا ہے اسی سودمند جانور کی بدولت آدمیوں کو خوراک و لباس میسّر آتا ہے۔ اور اسی کی اعانت سے اُنکے اکثر کام چلتے ہیں۔ وہ لوگ اونٹ کے بالوں سے کپڑا بنتے اور رسّی بناتے ہیں۔ اُس کی کھال کے خیمہ اور فرش تیار کرتے ہیں۔ اُسکے گوشت اور دودھ سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کی ہڈی کو بھی کام میں لاتے ہیں۔ غرض کہ اُن کے حق میں اونٹ ایک رحمتِ الٰہی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

اَہلی اَصِیل حَلِیم جُثّہ صَعُوبَت تَحَمُّل
وَحشی نَجِیب سَلِیم عِیَال کُوہان زانُو

(۳۴) اہلیا بائی

۱- یہ نیک سیرت بائی سیندھیا کے خاندان سے تھی۔ ۱۷۳۵ء میں پیدا ہوئی۔ میانہ اندام۔ سبزہ رنگ اور اکہرے بدن کی عورت تھی۔ گو چنداں خوبصورت نہ تھی۔ مگر خدا نے اس کو فہم سالم ہمت عالی اور صفات حمیدہ عطا کی تھیں جن کے آگے حسن ظاہری کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔

۲- ملہار راؤ ہلکر کے بیٹے سے اس کی شادی ہوئی۔ ابھی بیس برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ بیوہ ہوگئی۔ اس کا شوہر اپنے باپ کے سامنے ہی اس جہان سے انتقال کر گیا۔ صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی یادگار چھوڑے۔ ملہار راؤ کی وفات کے بعد اس کا پوتا جانشین ہوا۔ مگر ۹ مہینہ کے بعد وہ بھی راہی عدم ہوا اسلئے دھرم شاستر کی رُو سے اہلیا ریاست کی وارث ٹھہری۔ ۱۷۶۵ء میں اسنے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لی اسوقت اسکی عمر ۳۰ برس سے زیادہ نہ تھی۔

۳- کہتے ہیں کہ اس نے خزائن سلطنت پر متصرف ہو کر تمام روپیہ آسائش خلق اور رفاہ عام کیلئے وقف کر دیا تھا۔ وہ اپنے

علاقے کا انتظام خود کرتی تھی اور چاہتی تھی کہ علم اور انصاف کے ساتھ حکمرانی کر سکے اپنے ملک کی حالت کو بہتر اور رعایا کو مرفہ حال کرے ساہوکاروں اور تاجروں، زمینداروں اور کاشتکاروں کی ترقی جس قدر اُسکے دل کی خوشی کا باعث تھی۔ اتنی کوئی اور چیز نہ تھی۔

۴۔ سب سے افضل یہ صفت تھا کہ وہ غیر مذہب والوں کے ساتھ زیادہ مہربانی سے پیش آتی تھی۔ اسکی انصاف پروری اور معدلت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ اس کا ملک غنیم کے حملے سے محفوظ اور اندرونی فتنہ فساد سے پاک صاف رہا۔

۵۔ یوں تو ہر ادنیٰ اعلیٰ کے ساتھ اس کا برتاؤ نیک تھا لیکن غریب اور محنتی آدمیوں کے حال پر ازحد توجہ کرتی تھی۔ وہ اپنے ہی علاقے میں دان پُن نہ کرتی۔ بلکہ اس کا فیض عالمگیر تھا۔ ہندوؤں کے جیتنے تیرتھ جاترا ہیں۔ سب مقامات پر اس نے مندر بنوائے تھے۔ اور سالانہ خیرات بھی وہاں بھیجا کرتی تھی۔

۶۔ اس کا دستور تھا کہ تمام مقدمات آپ سنتی۔ ہر مستغیث اُس کے دربار میں باریاب ہوتا۔ اُس کا قول تھا کہ مجھے اپنے تمام اعمال حکومت کا حساب خدا کو آپ دینا پڑے گا۔

۷۔ اُس کی پوجا پاٹ اور ریاضت کے کاموں میں بجز کسی خاص ضرورت کے کبھی فرق نہ آتا تھا۔ سب لوگ نہ دل سے اس کی تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ نہ صرف اس کے ہم قوم بلکہ غیر قوم والے بھی اس کو ایسا ہی مانتے تھے۔ نظام دکن اور ٹیپو سلطان

بھی اس کی ایسی ہی عزّت کرنے جیسی کہ بیشوا کرتا تھا۔

۸۔ ان باتوں کے سوا ایک بڑی قابل تعریف بات یہ ہے کہ خوشامد سے اس کو نفرت تھی۔ چنانچہ ایک برہمن اس کی تعریف میں کتاب بنا کر لایا جب تک وہ پڑھتا رہا۔ خاموش بیٹھی سنا کی مگر جب ختم کر چکا۔ تو کہا کہ " بھلا میں ضعیف العقل اس صفت وثنا کی مستحق کب ہوں "؟ یہ کہہ کر وہ کتاب دریائے نربدا میں ڈلوادی اور اس برہمن کی طرف مطلق التفات نہ کیا۔

۹۔ آخر عمر میں اس کو اپنی بیوہ دختر کے ستی ہو جانے کا سخت صدمہ اٹھانا پڑا۔ ۱۷۹۵ء میں جب اس کی عمر ۶۰ سال کی تھی اُس نے نہایت فیاضانہ اور منصفانہ حکومت کے بعد اس عالم سے رحلت کی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

بِسیرت اِنتقال مُتصرّف مَعدلت بارَیاب تعظیم
اَندام راہی رفاہ عام عالمگیر رِیاضت تکریم حمیدہ
خزائن مُرفہ حال مُستغیث تہِ دل ضَعیفُ العقل

(۳۵)	حکایت مرد کور و بینا	از نگین دہلوی

ایک اندھا مرد بینا کا تھا یار	ربط تھا دونوں میں باہم بیشمار

بارے اک باری ہوئے وہ ہم سفر
ایک جا شب کو ہوا ان کا گذر

تھی پرانی قینچی اک اندھے کے پاس
کچھ سفر کٹنے کی تھی جس سے نہ آس

یک بیک ڈورا گیا قینچی کا ٹوٹ
ہاتھ سے قینچی پڑی اندھے کے چھوٹ

تھی نہ خواہش اسکی چنداں گو اسے
پر لگا وہ ڈھونڈھنے ہر سو اسے

ڈھونڈھتا اس کو جو وہ ہر جا گیا
سانپ اسکے ہاتھ میں اک آگیا

خوب جو نرمی پہ اس کی غور کی
جی میں سمجھا ہے یہ قینچی اور کی

اس سے اس قینچی کو اچھا جان کر
بولا "لے میں! اسکا مت ارمان کر"

دوستی اس میں ہوئی جب ربط کی
تب پڑی آنکھ اس پہ اس دلسوز کی

یک بیک گھبرا کے وہ اٹھا پکار
"مار تیرے ہاتھ میں ہے" اس کو مار"

کور بولا "میں دغا کھاتا نہیں"
ان دموں میں مطلقاً آتا نہیں

ہو گیا اے دوست! مطلب میں ترا
یعنی میں دوں پھینک اور تو لے اٹھا

کور تھا اس گفتگو کے دھیان میں
سانپ نے کاٹا اسی کی ران میں

زہر کارنگیں! اثر اس کو ہوا
کاٹتے ہی اسکے وہ اندھا موا

یاد کرو تلفظ اور معنی

ربط ۔ قینچی ۔ ارمان ۔ دل سوز ۔ مار ۔ دم ۔

۳۶ ۔ سیتا جی

۱۔ ہندوؤں کے ہاں جو شہرت رام چندر جی کی بی بی سیتا جی نے پائی ہے۔ وہ کسی اور عورت کو نصیب نہیں ہوئی۔ طرح طرح کی

مصیبتوں کا جھیلنا اور عجیب عجیب سانحوں کا پیش آنا۔ خاندان اور مرتبہ کی شرافت حسن خداداد کی لطافت۔ خوبی خصائل کی فضیلت یہ سب باتیں ایسی ہیں کہ جن کی وجہ سے ہر فرقے کے ہندو اُن کے نام کو محبت و عقیدت سے یاد کرتے ہیں۔

۲۔ سیتاجی کا باپ راجہ جنک ترہٹ کا فرماں روا تھا۔ اور صرف یہی دختر نیک اختر مشکوے سلطنت کا اجالا تھی۔ اس لیے نہایت ناز و نعمت سے اُس کی پرورش ہوئی۔ اس کے جمال ظاہری کو کمال اوصاف نے اور بھی چمکا دیا۔

۳۔ اس زمانے میں بہادری اور شجاعت ہی بڑا جوہر تھا۔ اس لیے راجہ جنک نے عہد کر لیا تھا کہ جو کوئی اس کڑی کمان کو کھینچ لے گا۔ جو اس کے ہاں رکھی ہوئی تھی۔ وہی اُس کی پیاری قرۃ العین سیتا کو پائے گا۔

۴۔ جب سیتاجی کے جمال و کمال کا آوازہ تمام آریہ ورت میں پھیل گیا تو دور و نزدیک کے راجہ اسکے خواستگار ہوئے۔ مگر رامچندر جی کے سوا جن کا آغاز شباب تھا۔ اور فن تیر اندازی میں دستگاہ کامل پیدا کی تھی۔ کوئی کامیاب نہ ہوا۔ انھوں نے صرف کمان کو کھینچا ہی نہیں بلکہ اپنی شہ زوری سے اُسکے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پس عہد کے بموجب اُن کے ساتھ سیتا کی شادی ہو گئی۔ وہ اس کو لے کر اجودھیا میں واپس آئے۔ اجودھیا اُن کے باپ کا دار الحکومت تھا۔

۵۔ کچھ مدت کے بعد اُن کے پتا جسرتھ نے اپنی ایک عزیز بی بی کے

اغوا سے رامچندر کو چودہ برس کا بن باس دیا۔ رامچندر نے بلا عذر باپ کے اس سخت حکم کی تعمیل کی۔ اس جلاوطنی میں اُن کی باوفا بی بی سیتا اور اُن کے برادر عزیز لچھمن نے حق رفاقت ادا کیا۔ یہ شاہی گروہ اجودھیا کی رعایا برایا کو اپنی مفارقت کے رنج والم میں گریہ وزاری کرتا ہوا چھوڑ کر رخصت ہوا۔ الہ آباد سے گذر کر چترکوٹ پہاڑ پر پہنچے۔ کئی سال کی دشت نوردی کے بعد منبع گوداوری کے قریب پنچوٹی پر اقامت اختیار کی تاکہ باقی ایام وہاں بسر کریں۔

۶۔ جنگل کے پھل پھلاری اور شکار پر گذر اوقات کرتے تھے رام چندر اور لچھمن باری باری سے صید افگنی کو جاتے، مگر ایک بھائی سیتا کی تشفی خاطر اور حفاظت کی نظر سے موجود رہتا۔ قضارا ایک روز رام چندر جس سمت کو شکار کے لیئے گئے تھے۔ اُدھر سے نالہ و بکا کی آواز آئی۔ ناچار لچھمن سیتا کو تنہا چھوڑ کر تفتیش حال کیلیئے چلے گئے۔ اُن کا جانا تھا کہ لنکا کا راجہ راون سیتا جی کو جبراً اپنے ساتھ لے گیا۔

۷۔ جب رام چندر جی نے معاودت کی اور سیتا کو قیام گاہ پر نہ پایا تو بغایت مضطرب ہوئے اور جنگل جنگل تلاش کرتے پھرے۔ آخر کو جب پتہ مل گیا تو راجہ کرناٹک کے بھائی سگریو کی اعانت سے لنکا پر لشکر کشی کا عزم کیا۔

۸۔ آغاز جنگ سے پیشتر ہنومان جو سگریو کا وزیر اعظم اور سپہ سالار تھا۔ راون کے سمجھانے کو بھیجا۔ جب صلح وصلاح سے راون

راہ راست پر نہ آیا تو ہنومان سیتا کو تسلی و تشفی دے کر واپس چلا آیا۔ پھر تو رام چندر جی کے لشکر نے سیت بند کو عبور کر کے خوب معرکہ آرائی اور جدال و قتال کیا۔ یہاں تک کہ بدذات راون اُن کے ہاتھ سے ہلاک ہوا۔ اور اپنے کردار کی پاداش کو پہنچ گیا۔

۹۔ یہ فیروزمند گروہ سیتا کو زندانِ بلا سے چھڑا کر وطن کی جا پھرا۔ مگر اوّل اُس غم زدہ قیدی کو اپنی عفت و عصمت کے ثبوت میں ایک ہولناک امتحان آگ میں گرنے کا حلماً دینا پڑا۔ کیونکہ اُس زمانہ میں مشتبہ عورت کیلئے دہکتی ہوئی آگ یا جلتے توے پر برہنہ پا چلنا ہی پاک دامنی کی شہادت خیال کی جاتی تھی۔

۱۰۔ اس سخت آزمائش کے بعد رام چندر اور سیتا جی دھوم سے اجودھیا میں داخل ہوئے اور تخت شاہی نے راجہ رامچندر جی کے جلوس سے رونق تازہ پائی۔ سیتا جی نے جبلی نیک مزاجی۔ خوشخوئی اور نہایت خلوص و وفاداری سے اپنے نامور شوہر کے دل میں ازدیادِ محبت کا بیج بویا۔ کچھ عرصے کے بعد آثار حمل نمودار ہوئے اور دستور کے موافق حاملہ کی حفاظت اور خوشی کے ساز و سامان کئے گئے۔ مگر افسوس کہ انقلاب روزگار نے بہت جلد اس مسرت کو کلفت سے بدل دیا۔

۱۱۔ عوام الناس نے سیتا جی کی عفت اور بے گناہی کو تسلیم نہ کیا بلکہ گھر گھر بدگمانی اور الزام کا چرچا ہونے لگا۔

ناچار رام چندر جی نے پیاری بی بی کو جلاوطن کیا۔ لچھمن جی

اُس بیکسی شکستہ خاطری کے اندر بالمیک کی منڈھی کے پاس چھوٹے
رہیں لو اور کُش دو توام لڑکے پیدا ہوئے جنھوں نے بالمیک کی سرپرستی میں تربیت پائی

۱۲- جس وقت رام چندر جی نے اشومیدھ جگ کیا - تو یہ لڑکے بھی بالمیک کے ساتھ اجودھیا کو گئے۔ اگرچہ ان کا لباس غریب برہمن زادوں کا سا تھا۔ مگر ان کی شکل و صورت سے جلال شاہی اور شکوہ امارت ٹپکتا تھا۔ اس لئے اصل حال مخفی نہ رہ سکا اور بہت جلد اُن کا حسب نسب سب پر آشکارا ہو گیا۔

۱۳- اُس وقت بالمیک نے بھری مجلس میں سیتا جی کی سفارش کی اور تمام الزام و اتہام جو اُن کی عصمت پر لگائے گئے تھے رفع کر دیئے تب تمام راجاؤں اور سرداروں نے جو اس جشن میں جمع ہوئے تھے متفق اللفظ ہو کہا "سیتا ستونتی ہے اور اس کو واپس بلا لینا مناسب ہے۔" لیکن اور اہل مجلس نے خاموشی اختیار کی اور واپسی کی رائے نہ دی۔ اس لئے رام چندر جی کو رعایا کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا مصلحت نہ معلوم ہوا۔

۱۴- بالمیک نے یہ صورت دیکھ کر کہا کہ "اب بھی کسی کو شک و شبہ ہو۔ تو مکرر آزمائش ہو سکتی ہے۔" سیتا جی کو جو تکلیفیں سہتے سہتے اور مصیبتیں اُٹھاتے اُٹھاتے نہایت نحیف و ناتواں ہو گئی تھیں یہ باتیں اس قدر شاق گزریں کہ تاب نہ رہی۔ غم و غصہ سے جوش میں غش کھا کر گر پڑیں اور آخر دم تک ہوش میں نہ آئیں

رام چندر جی کو اس سانحہ کا ایسا قلق ہوا کہ آخر کار اپنے تئیں دریائے سرجو کے حوالے کیا۔

۱۵۔ الغرض سیتا ایک نیک طینت۔ باوفا صابر، مستقل مزاج اور خاوند کی فرماں برداری کرنے والی بی بی کا ایک عجیب اور بے نظیر نمونہ تھی۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

لطافت خصائل قرۃ العین شباب دستگاہ
اغوا دشت نوردی صید افگنی تفتیش معاودت مضطرب
عبور جدال قتال پاداش عفت عصمت شہادت
جلوس جبلی خلوص ازدیاد حمل جلال شکوہ
امارت حسب اتہام سانحہ طینت۔

(۳۷) حکایت روباہ — از رنگین دہلوی

لومڑی کا دشمن اک خرگوش تھا
ایک دن اک بھیڑیے کا بن کے یار
صدقے تجھ پر سے یہ میری جان ہے
بھیڑیے کو مکر تھے ہر چند یاد

پر بہت بے عقل اور بے ہوش تھا
یوں لگا کہنے اسے "اے غم گسار"
آج کے دن تو مرا مہمان ہے
ہو لیا پر ساتھ اسکے ہو کے شاد

لومڑی کے در پہ اس کو کر کھڑا
لومڑی سے یوں کہا "کر کچھ علاج
اس نے گھبراہٹ سے جو یہ بات کی
تھی عداوت کی جو آتی اس سے بو
بولی "اس رستے سے اس کو لا بچو
تھا بنایا اس نے جو اس راہ کو
جو ہیں پہنچے آگے اس رستے سے واں
آپ سے دونوں اسیر چہ ہوئے
ہے برائی کا ثمر رنجیں! یہی
نیک بد کی کیا تجھے اٹکل نہیں

آپ وہ خرگوش پھر اندر بڑھا
تیرے گھر مہمان اک آیا ہے آج"
سمجھی وہ کچھ ہے مقرر اس میں فی
جانتی تھی اس کو وہ اپنا عدو
آگے آگے اس کے پر تو آئیو"
داں کیا خس پوش تھا اک چاہ کو
گر پڑے اس میں وہ دونوں ناگہاں
بچ رہی وہ اور وہ دونوں موئے
پوست کندہ میں نے تجھ سے یہ کہی
راہ سے بے راہ ہرگز چل نہیں

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

غمگسار مُقرّر عدو اسیر شادمانی چاہ پوست کندہ

(۳۸) چھاپہ کا ایجاد

۱۔ اس صنعت کے ایجاد نے علوم و فنون کے قالب میں ایک تازہ روح پھونک دی ہے۔ جب تک قلم سے کتابت ہوتی تھی۔ کتابوں کی تصنیف و تالیف اور اُن کی اشاعت کم ہوتی تھی۔ اسلئے علم و ہنر کا بازار سرد تھا۔ مگر چھاپہ کی ایجاد نے کتابوں کو پانی کے مول کر دیا اور بہت وقت اور بڑی محنت جو کتابوں کے لکھنے میں صرف ہوتی تھی بچا دی۔

۲- اگلے وقتوں میں جب روم و یونان پر تباہی آئی - تو جنگ و جدل کے زمانہ میں اکثر حکما کی تصنیفات جن کے نسخے بہت کم تھے غارت ہوگئیں پھر وہ ایسی مفقود ہوئیں کہ دنیا میں اُن کا نام و نشان بھی نہ رہا۔ اب چھاپہ کی بدولت ایک ایک کتاب کے ہزارہا نسخے تیار ہو سکتے ہیں اسلئے کتابوں کے بالکل نیست و نابود ہو جانیکا خطرہ بہت کم ہو گیا ہے، مگر چھاپہ کی بدولت جس طرح عمدہ کتابیں اور مفید مضامین رواج پاتے ہیں جن کا مطالعہ انسان کیلئے مفید ہے اسی طرح بُرے مضمون اور مضرت ناک کتابیں بھی شائع ہو سکتی ہیں اسی نظر سے چھاپہ خانہ کیواسطے گورنمنٹ نے خاص قانون بنا دیا ہے تاکہ کوئی شخص اس مفید آلہ کو بُرے کام میں نہ لائے۔

۳- چھاپہ کے ایجاد کا دعویٰ اہل ہالینڈ اور اہل جرمنی دونوں کرتے ہیں - مگر تحقیق یہ ہے کہ موجد اس کا ہالینڈ ہے۔ البتہ اہل جرمنی نے اس کو رونق و ترقی دی ہے۔ کہتے ہیں کہ سنہ ۱۴۲۳ء میں ایک شخص نے بطور تفنن درخت پر کچھ نقش و نگار کھودے اور سیاہی لگا کر کاغذ چپکا دیا۔ اُس کاغذ پر اچھے خاصے نقش اٹھے - پھر تو لکڑی کھود کر چھاپنے کا رواج شروع ہو گیا۔

۴- بارہ برس کے بعد ایک شخص جو چھاپہ خانہ کا ملازم تھا، ہالینڈ سے بھاگ کر جرمنی میں آیا - آلات طبع چرا کر ساتھ لایا۔ اور یہاں صنعت کو رواج دیا۔ جب اس نے دیکھا کہ لکڑی جلد گھستی اور حرف خراب ہو جاتے ہیں - تو سیسے پر حرف بنانے کی ترکیب نکالی۔ مگر اس طرح حروف کے کندہ کرنے میں بھی بہت وقت صرف ہوتا تھا پھر اس نے ایک اور شخص کو

اپنا شریک حال بنایا۔ اور اس کو نصف منافع کا ساجھی کرلیا۔ باہم قول و قرار ہو گیا کیونکہ اسوقت تک یہ صنعت بطور خفیہ راز کے تھی اس شخص نے اول فولادی حروف تیار کئے۔ اور ان کا ٹھپہ تانبے پر اٹھایا۔ اس طرح تانبے کا قالب بنا کر اس میں سیسے کے حروف ڈھالنے لگا۔ پھر چھاپنے میں آسانی ہو گئی۔

۵- سنہ ۱۴۶۲ء میں ایک بار اس شہر کو جہاں یہ چھاپنے والے رہتے تھے غنیم نے فتح کر لیا۔ باشندے خوف جان سے بھاگ نکلے۔ یہ لوگ بھی اپنے وطن کو چھوڑ ادھر ادھر نکل گئے اس وقت سے اور ملکوں میں بھی اس صنعت نے رواج پایا۔ ملک انگلستان میں یہ صنعت سنہ ۱۴۷۴ء سے شروع ہوئی ہے مگر آکسفورڈ کے مدرسہ میں بعض کتابیں سنہ ۱۴۶۸ء کی مطبوعہ بھی ملتی ہیں

۶- ہندوستان میں چھاپے کے آنیکا قصہ یوں مشہور ہے کہ بادشاہ انگلستان نے ایک معتمد ملازم زر کثیر دے کر ہالینڈ کو روانہ کیا کہ کسی تدبیر سے اس صنعت کو حاصل کرے اس نے بھیس بدل کر کچھ عرصہ تک اس ملک میں قیام کیا۔ کیونکہ اس وقت تک یہ صنعت غیروں سے مخفی رکھی جاتی تھی۔ اور اگر معلوم ہوتا کہ کوئی شخص غیر ملک کا اسکو سیکھنے آیا ہے۔ تو وہ اس قصور پر قید کر دیا جاتا تھا۔

غرض انگلستانی عیار نے اپنے حسن تدبیر سے چھاپہ خانہ کے ایک ملازم کو جو اس فن سے بخوبی واقف تھا۔ پرچالیا۔ اور زر کثیر دیکر اسکو انگلستان آنے پر رضامند کیا۔ ایک روز خفیہ طور پر یہ دونوں آدمی شہر سے نکلے اور

سمندر کے ساحل پر پہنچکر اس جہاز میں سوار ہوگئے۔ جو شاہ انگلستان کی طرف سے اس خدمت کے واسطے متعین تھا۔

۷۔ جب چھاپہ کا ہنر سند انگلستان جا پہنچا تو بادشاہ نے لنڈن میں اس کارخانہ کا بنانا مصلحت نہ جان کر اس کاریگر کو آکسفورڈ میں بھیج دیا۔ جہاں اُسنے کارخانہ کی بنا ڈالی۔ اور چند انگریزوں کو یہ فن سکھایا۔ پھر تو روز بروز اس عجیب اور مفید صنعت کا رواج بڑھتا گیا اور بہت کچھ ترقی اُس میں ہوئی۔ یہاں تک کہ آج کل چھاپہ کی کلیں بخاری انجن کے ذریعے سے چلائی جاتی ہیں۔ اور ایک روز میں اتنا کاغذ چھاپ دیتی ہیں۔ جتنا ہاتھ کی کلیں مہینوں میں نہ چھاپ سکیں انگریزوں کی بدولت یہ صنعت ہندوستان میں پہنچی اور اُسکی برکت سے کتابوں کی وہ ارزانی ہوئی کہ ہر ادنیٰ اور غریب شخص بھی خرید سکتا ہے اگلے وقتوں میں جو قلمی کتاب روپیہ کو بمشکل میسر آتی تھی۔ وہ اب آنہ میں دستیاب ہو سکتی ہے۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

تصنیف جدل مضرّت تفنن مطبوعہ تالیف مفقود
شائع آلات معتمد اشاعت نسخہ مُوجد طبع عیار

۳۶ حکایت ماہی عقلمند و کم عقل و بے عقل

از رنگین دہلوی

دشت میں مدت سے تھا اک آبگیر
مچھلیاں تین اُس میں رہتی تھیں صغیر
شام کو صیاد پہنچا اک وہاں
بولا" ڈالوں گا سحر کو جال یاں"

وہ جو تھی دانا تو سن اس بات کو ۔۔۔ بہ گئی آگے وہاں سے رات کو
صبح کو صیاد نے اٹھتے ہی بس ۔۔۔ جال کو پانی میں پھینکا کر ہوس
وہ جو تھی کم عقل مچھلی اس گھڑی ۔۔۔ سمجھی اب مجھ پر مصیبت آ پڑی
جان پر اپنی وہ اک دم اڑ گئی ۔۔۔ بن کے مردہ پھر تو وہ چت پڑ گئی
جان کر مردہ اسے صیاد نے ۔۔۔ دور پھینکا واں سے اس استاد نے
یوں بچا کر لے گئی وہ اپنی جاں ۔۔۔ تیسری کا اب سنو مجھ سے بیاں
بس کہ وہ احمق تھی آئی دام میں ۔۔۔ اس کو وہ صیاد لایا کام میں
سبق یہ لازم ہے کہ پیش از مرگ یار ۔۔۔ کام فرما عقل کو وہ ہوشیار
تا کہ دانا سب کہیں دانا تجھے ۔۔۔ جانیں عاقل اور فرزانا تجھے
یعنی کر لے کچھ جوانی میں حصول ۔۔۔ بندگی ہوتی ہے اس سن کی قبول
او جو پیری میں تجھے آیا خیال ۔۔۔ ہے غنیمت تو بھی اے فرخندہ فال
گر رہا پیری میں بھی اس چال پر ۔۔۔ تو تو رو تکیں وائے تیرے حال پر

یاد کرو تلفظ اور معنیٰ

دشت آبگیر صغیر فرزانہ فرخندہ فال وائے

۴۰۔ غیاث الدین و شہاب الدین

۱۔ یہ دونوں حقیقی بھائی خاندان غور کے شاہزادے تھے شجاعت سخاوت خلق و مروت میں ایک دوسرے سے فائق و برتر۔ جب غیاث الدین کو تخت سلطنت نصیب ہوا تو چھوٹے بھائی کو مدار المہام اور سپہ سالار بنا

یہ یہی شہاب الدین تھا جس نے ہندوستان کو فتح کر کے مسلمانی سلطنت کی بنیاد جمائی۔ ان دونوں بھائیوں میں ساری عمر ایسا اتفاق و اتحاد رہا۔ کہ جسکی نظیر شاہی خاندانوں میں بہت کم پائی جاتی ہے۔

۲- ایک بار اُن کے چچا ملک فخر الدین نے سلطنت غور کے عوض سے دونوں بھتیجوں پر یورش کی لیکن اُن کے مقابلہ میں شکست کھا کر گرفتار ہو گیا۔ یہ دونوں بھائی جب چچا کے روبرو پہنچے۔ تو فوراً پیادہ پا ہو کر اسکی رکاب کو بوسہ دیا اور نہایت تعظیم و تکریم بجا لائے۔ قیدی چچا نے یہ مدارات دیکھ کر شبہ کیا کہ شاید میری ہنسی کرتے ہیں۔ مگر یہ شبہ بہت جلد رفع ہو گیا۔ اور اُس کو یقین آ گیا کہ دونوں سعادت مند سچے دل سے انسانیت و قرابت کا فرض ادا کر رہے ہیں۔ آخر کار بہت آرام کے ساتھ اُس کو تخت تک پہنچا دیا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

فائق مدار المہام مدارات

(۱۴) پرتھی راج اور شہاب الدین غوری

۱- خاندان چوہان کا اخیر فرماں روا پرتھی راج تھا۔ جس کو رائے پتھورا بھی کہتے ہیں۔ دِلی اور اجمیر کی دونوں ریاستیں اُسی کے زیر نگیں تھیں۔ اجمیر کو اپنا پایہ تخت بنایا تھا۔ دِلی کی حکومت اپنے بھائی کھانڈے رائے کو سپرد کی تھی۔ اسی عہد میں سلطان

غیاث الدین غور کا بادشاہ اور اس کا چھوٹا بھائی شہاب الدین امیر لشکر اور حاکم غزنی تھا۔

۲۔ شہاب الدین غزنی کا انتظام کر کے ملک ہند کی تسخیر پر آمادہ ہوا۔ اول لاہور کے بادشاہ خسرو ملک کو اسیر دستگیر کر کے پنجاب پر قبضہ کر لیا۔ پھر ہندو راجاؤں کی عملداری میں قدم بڑھایا اور قلعہ سرہند کو سر کیا۔ اب سلطان مراجعت کی تیاری کر رہا تھا۔ کہ رائے پتھورا کی لشکر کشی کا غلغلہ سُنا۔ خود پیش قدمی کر کے آگے بڑھا۔ ادھر سے رائے کا لشکر پہنچا۔ تلاوڑی کے میدان میں ہنگامہ کارزار گرم ہو گیا۔

۳۔ جس وقت سلطان کی فوج راجپوتوں کے قلب پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کا دایاں اور بایاں بازو شکست کھا کر بھاگا۔ مگر سلطان کچھ رفیقوں سمیت میدان میں جما رہا۔ کھانڈے رائے نے ہاتھی اُس پر ریلا۔ سلطان بھی گھوڑا جھپکا کر بڑھا۔ اور نیزے کا ایسا ہاتھ مارا کہ دانت ٹوٹ کر اسکے منہ میں اُتر گیا۔ مگر سلطان کے بھی زخم کاری لگا۔ قریب تھا کہ پشت زین سے جدا ہو جائے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ایک خلجی بچہ اُسکے پیچھے ہو بیٹھا۔ اور گھوڑے کو مہمیز کر کے دشمنوں کے نرغہ سے صاف نکال لے گیا۔ پھر تو باقی فوج کے قدم بھی اکھڑ گئے۔ اور یہ ہزیمت خوردہ لشکر سخت تباہی کے بعد لاہور میں داخل ہوا۔

۴۔ چندے قیام کر کے سلطان نے غزنی کی جانب کوچ کیا۔ اور

وہاں پہنچکر فراریوں کو سخت سزائیں دیں۔ ظاہرا عیش وآرام کا نقشہ جمایا۔ اور اپنے آپ کو بے پروا بنایا۔ لیکن خفیہ طور پر لشکر کی درستی اور سامان جنگ کے تہیہ میں شب و روز مصروف رہا۔

۵۔ رائے پتھورا غنیم کے خطرے سے فارغ البال ہوکر فتح کا نقارہ بجاتا اپنی راجدھانی میں آبیٹھا۔ اسی اثنا میں قنوج کے راجہ جے چند نے جگ راجسو کا ارادہ کیا۔ اس جشن کا آئین یہ تھا کہ گردو نواح کے راجہ طلب ہوتے ہر قسم کی خدمتیں اپنے ہاتھ سے بجالاتے۔ اسی جلسہ میں راجہ کی لڑکی کا سوئمبر بھی قرار پایا تھا۔ رائے پتھورا اس تقریب کی شرکت پر آمادہ ہوا۔ اتفاقاً کوئی ہم نشین بول اٹھا "چوہانوں کے ہوتے جے چند کو یہ حوصلہ زیب نہیں دیتا۔" رائے کو بھی راجپوتی مڑک آگئی۔ جانا ملتوی کردیا۔

۶۔ جے چند اسکے نہ آنے سے ایسا برہم ہوا کہ رائے کی طلائی مورت بنواکر جشن کے دنوں میں دربان کی جگہ کھڑی کرادی۔ جب سنا کہ اسکی ہتک اس طرح کیگئی ہے۔ تو رائے کو تاب نہ رہی۔ کچھ جودھا جوان ہمراہ لے تماشائیوں کے لباس میں جادھمکا اور اس مورت کو بے دھڑک اٹھا لایا۔ قنوج والے دیکھتے کے دیکھتے رہ گئے۔

برق تھی صرصر تھی یا تھا زلزلہ	واہ رے جانباز تیرا حوصلہ

۷۔ راجہ کی دختر سنجوگتی یہ داستان سن کر رائے کی دلیری پر شیفتہ ہوگئی اور اسکے سوا کسی کو پسند نہ کیا۔ باپ سخت آزردہ ہوا۔ دلتخانہ سے

نکال ایک جدا مکان میں اُس کو نظر بند کر دیا۔ جب رائے کو یہ خبر لگی تو سو سامنت ساتھ لے پھر یکا یک قنوج پر ٹوٹ پڑا۔ اور دن ہاڑے سنجوگتی کو لے چلا۔ قنوج کے سورماؤں کی حمیّت بھی جوش میں آئی تعاقب کر کے راہ میں جالیا۔ وہ رن پڑا اور کھانڈا بجا کہ دلاوروں کے خون سے زمین رنگین ہو گئی۔ اگرچہ رائے کے سب جاں نثار کام آگئے الّا اس لعل بے بہا کو ہاتھ سے نہ دیا۔ مرکٹ کر دلّی تک لے ہی پہنچا

۸۔ اس معرکہ سے ایک سال بعد سلطان شہاب الدین نے پھر یورش کی لیکن سرداران لشکر سے اپنا منصوبہ پوشیدہ رکھا۔ پشاور میں پہنچ کر ایک بوڑھے سپاہی نے عرض کیا۔ "خداوندا! اس لاؤ لشکر سے تو کسی بڑی مہم کے آثار نظر آتے ہیں۔ پھر اُمرا سے اس راز کے مخفی رکھنے میں کیا مصلحت ہے؟ سلطان نے آہ سرد بھر کر کہا۔ "سن پیر مرد! جس دن سے میں نے راجپوتوں کے مقابلے میں زک پائی۔ حریم دولت میں بستر کو پیٹھ نہیں لگائی۔ ہنوز وہ خون آلود پیراہن نہیں بدلا۔ جو لڑائی کے وقت میرے تن پر تھا۔ آج تک اُن امیروں کا منہ نہیں دیکھا جو مجھ کو تنہا چھوڑ بھاگ گئے تھے، اب غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ یا تو دشمن سے انتقام لوں یا سر میدان لڑ کر جان دوں۔

۹۔ پیر مرد نے دعائے خیر دے کر کہا۔ "صلاح وقت یہ ہے کہ امرا کی تقصیر معاف فرمایئے، اُن کا رتبہ بڑھایئے۔ تا کہ آئندہ سرخرو بنیں اور پچھلے قصور کا بدل کریں۔" سلطان نے اُس کی صلاح مان لی۔

ملتان پہنچ کر ایک دربار کیا۔ لشکر کے سرداروں کو جمع کرکے اُن کے حال پر مہربانی فرمائی اور اپنا منشاء سمجھایا۔ سب نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ دھر رکھ کر عہد و پیمان کو تازہ کیا۔

۱۰۔ اب لاہور پہنچ کر رائے کے نام نامہ لکھا گیا کہ "یا تو ہماری اطاعت قبول کرو یا جنگ و پیکار کے لئے تیار ہو جاؤ۔" جب پیک سلطانی رائے کے درِ دولت پر حاضر ہوا۔ تو کسی کو تاب نہ تھی کہ یہ خبر گوش گزار کرے۔ چند بھاٹ سات ڈیوڑھیاں طے کر کے راجہ کے حضور میں پہنچا۔ اور سلطان کی یورش کا حال بیان کر کے اس کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا۔ رانی سنجوگتی بھی جس کی بدولت رائے کی یہ بُری گت ہوگئی تھی کہنے لگی۔ اے راجہ! بزم عیش ختم ہوئی۔ اب میدان رزم کو آراستہ کر۔ ملک و ملت ترکوں کی ترک تازسے بچا۔"

۱۱۔ الغرض رائے نے سلطان کے سفیر کو سخت جواب دے کر رخصت کیا۔ اور ہمہ تن جنگ کی تیاری میں مشغول ہوا۔ قرب و جوار کے راجاؤں کو خبر پہنچائی۔ عرصۂ قلیل میں لاکھوں سورما راجپوت اسکے جھنڈے تلے جمع ہوگئے۔ جب کوچ ساعت نزدیک پہنچی۔ رانی سنجوگتی نے اپنے ہاتھ سے زرہ بکتر پہنایا۔ ہتھیار بدن پر سجا رائے کا آخری دیدار دیکھا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ ادھر کوچ کے نقارہ پر چوب پڑی اُدھر رانی کا کلیجہ ہل گیا۔ راجہ اہل

خاندان کو وداع کرکے راجپوت سرداروں کے ساتھ رنجیت دروازہ سے نکلا۔ لشکر کو کوچ کا حکم سنایا۔ اور منزل بہ منزل تھانیسر کے میدان میں جا پہنچا۔ دریائے سرستی کے وار پار دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے۔

۱۲۔ ایک رات سلطانی لشکر نے دریا کو عبور کرکے صبح دم طبل جنگ آ بجایا۔ راجپوتوں نے آنکھ کھولی تو غنیم کو سر پر موجود پایا۔ ایک گروہ نے جھٹ پٹ آگے بڑھ کر دشمن کو روکا اتنے میں سارا لشکر صف بستہ ہو کر سامنے آگیا۔

۱۳۔ سلطان کا لشکر چار حصوں میں تقسیم تھا۔ ہر حصہ باری باری سے حملہ کرتا تھا۔ مگر دلاور راجپوت بھی ایسے جی توڑ کر لڑے کہ ترکوں کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی۔ اب سلطان ظاہرا شکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا۔ راجپوتوں نے جو تعاقب شروع کیا تو ان کی ترتیب درہم برہم ہو گئی۔ اس وقت سلطان نے پلٹ کر تازہ دم فوج سے پھر حملہ کیا۔ لیکن یہ تدبیر بھی راست نہ آئی۔ فتح اور شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

۱۴۔ جب ہوا نہایت گرم ہو گئی اور سورج سر پر آگیا تو راجپوتوں نے درختوں کے سائے میں پناہ لی۔ ڈیڑھ سو راجے مہاراجہ اُسکے گرداگرد جمع ہوئے۔ سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کیا۔ آخیر دم تک لڑنے کی قسم کھائی۔ شربت پیا۔ پان کا بیڑا چبایا تلسی کے پتے زبان پر دھرے۔ پیشانی پر قشقہ زعفرانی کھینچا

ملتان پہنچ کر ایک دربار کیا۔ لشکر کے سرداروں کو جمع کرکے اُن کے حال پر مہربانی فرمائی اور اپنا منشا سمجھایا۔ سب نے تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کو تازہ کیا۔

۱۰۔ اب لاہور پہنچ کر رائے کے نام نامہ لکھا گیا کہ "یا تو ہماری اطاعت قبول کر یا جنگ و پیکار کے لئے تیار ہو جاؤ۔" جب پیک سلطانی رائے کے در دولت پر حاضر ہوا۔ تو کسی کو تاب نہ تھی کہ یہ خبر گوش گزار کرے۔ چند بھاٹ ساٹ ڈیوڑھیاں طے کرکے راجہ کے حضور میں پہنچا۔ اور سلطان کی یورش کا حال بیان کرکے اس کو خواب غفلت سے بیدار کیا۔ رانی سنجوگتی بھی جس کی بدولت رائے کی یہ بُری گت ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔ اے راجہ! بزم عیش ختم ہوئی۔ اب میدان رزم کو آراستہ کر۔ ملک و ملت ترکوں کی ترک تازے سے بچا۔"

۱۱۔ الغرض رائے نے سلطان کے سفیر کو سخت جواب دے کر رخصت کیا۔ اور ہمہ تن جنگ کی تیاری میں مشغول ہوا۔ قرب و جوار کے راجاؤں کو خبر پہنچائی۔ عرصۂ قلیل میں لاکھوں سوار راجپوت اسکے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ جب کوچ ساعت نزدیک پہنچی۔ رانی سنجوگتی نے اپنے ہاتھ سے زرہ بکتر پہنایا۔ ہتھیار بدن پر سجا رائے کا آخری دیدار دیکھا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ ادھر کوچ کے نقارہ پر چوب پڑی اُدھر رانی کا کلیجہ ہل گیا۔ راجہ اہل

خاندان کو وداع کر کے راجپوت سرداروں کے ساتھ رنجیت دروازہ سے نکلا۔ لشکر کو کوچ کا حکم سنایا۔ اور منزل بہ منزل تھانیسر کے میدان میں جا پہنچا۔ دریائے سرستی کے وار پار دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے۔

۱۲۔ ایک رات سلطانی لشکر نے دریا کو عبور کر کے صبح دم طبل جنگ آبجایا۔ راجپوتوں نے آنکھ کھولی تو غنیم کو سر پر موجود پایا۔ ایک گروہ نے جھٹ پٹ آگے بڑھ کر دشمن کو روکا اتنے میں سارا لشکر صف بستہ ہو کر سامنے آ گیا۔

۱۳۔ سلطان کا لشکر چار حصوں میں تقسیم تھا۔ ہر حصہ باری باری سے حملہ کرتا تھا۔ مگر دلاور راجپوت بھی ایسے جی توڑ کر لڑے کہ ترکوں کے دل میں ہیبت بیٹھ گئی۔ اب سلطان ظاہرا شکست کی صورت بنا کر پیچھے ہٹا۔ راجپوتوں نے جو تعاقب شروع کیا تو اُن کی ترتیب درہم برہم ہو گئی۔ اس وقت سلطان نے پلٹ کر تازہ دم فوج سے پھر حملہ کیا۔ لیکن یہ تدبیر بھی راست نہ آئی۔ فتح اور شکست کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔

۱۴۔ جب ہوا نہایت گرم ہو گئی اور سورج سر پر آگیا تو راجپوتوں نے درختوں کے سائے میں پناہ لی۔ ڈیڑھ سو راجہ مہاراجہ اُسکے گرداگرد جمع ہوئے۔ سب نے تلواروں پر ہاتھ رکھ کر عہد و پیمان کیا۔ آخیر دم تک لڑنے کی قسم کھائی۔ شربت پیا۔ پان کا بیڑا چبایا تلسی کے پتے زبان پر دھرے۔ پیشانی پر قشقہ زعفرانی کھینچا

اور ذرا دم لیا۔

۱۵۔ اب کسی قدر دن ڈھل گیا تھا کہ سلطان غوری بارہ ہزار سوار خاصہ لے کر اپنی جگہ سے ہلا۔ سواروں کے سروں پر مرصع خود۔ بدن پر فولادی جوشن۔ ایک ہاتھ میں تلوار۔ ایک ہاتھ میں نیزہ۔ باگیں اٹھائے کنوتیوں سے کنوتیاں ملائے دریائے مواج کی طرح امنڈ آئے۔ اس پر زور حملہ نے راجپوتی سپاہ میں کچھ ایسا زلزلہ ڈالا کہ یکا یک ہوا پلٹ گئی۔

چشم زدن میں کچھ سے کچھ ہو گیا وہ نشان دار فوج جو پہاڑ کی طرح جمی کھڑی تھی۔ دم کے دم میں تہ و بالا ہو گئی۔ بڑے بڑے نامی گرامی سردار میدان میں کام آئے۔ رائے پتھورا گرفتار ہو کر مارا گیا۔

۱۶۔ جب سرداروں کا یہ حال ہوا تو بن سری فوج کیا لڑتی۔ اور کس کا سہارا پکڑتی؟ جس طرف جس کا منہ اٹھا کیا بھاگ نکلا۔

جہاں کل سپہ دار تھے حکمراں جہاں کل تھے فیلان جنگی ہزار جہاں پاسباں کل تھے للکارتے وہاں آج لاشوں کے انبار ہیں وہ سر جس پہ تھا کل جواہر کا تاج	کھڑے تھے جہاں ترچھے بانکے جواں کداتے تھے گھوڑے جہاں شہسوار پرندے بھی ڈرتے تھے پر مارتے پڑے ہر طرف سینہ افگار ہیں وہ ہے خاک اور خوں میں آلودہ آج

۱۷۔ رانی سنجوگتی دم دم کی خبریں منگاتی تھی۔ جب اس حادثہ جانکاہ کی سُنائونی آئی۔ تو اُس نے زندگی پر موت کو ترجیح دی۔ چتا میں بیٹھ اپنے تن نازنیں کو آتش سوزاں کے حوالے کیا۔ تھوڑی دیر بعد مشت خاکستر کے سوا اس کا کچھ نام و نشان باقی نہ رہا۔ مولف

تا سحر وہ بھی نہ چھوڑی تو نے او باد صبا
یادگار رونق محفل تھی پروانے کی خاک

اس طرح دولت چوہان کا خاتمہ اور غوریوں کی سلطنت کا آغاز ملک ہند میں ہوا۔

یاد کرو تلفظ اور معنی

کارزار	تہیہ	پیراہن	مدت	مرصع	مہمیز	فارغ البال
تلافی	ترک تاز	خود	نرغہ	صرصر	پیکار	وداع
جوشن	اعدا	زلزلہ	پیک	تعاقب	چشم زدن	
فراری	شیفتہ	رزم	قشقہ	ترجیح		

(۴۲)	کوہ ہمالیہ	از مولف

ہے ہمالہ پہاڑ سر جیون
بیل بوٹوں سے بن رہا ہے چمن
ہے ہرا کڈھانگ اس کی پھلواری
لالہ خود رو ہے اور اُسکے پاس
سیکڑوں قسم کے ہیں پھول کھلے
کہیں بن مالتی کہیں بیلا

جسکے اوپر تلے کھڑا ہے بن
سبز چوٹی ہرے بھرے دامن
سرد چشمے جہاں تہاں جاری
لہلہاتی ہے خوبصورت گھاس
پیڑ باہم کھڑے ہوئے ہیں ملے
کہیں اخروٹ اور کہیں کیلا

سال کا کیا ہی خوب جنگل ہے — سور ماؤں کا بن کے ڈنگل ہے
سرو و شمشاد ہیں قطار قطار — ریچھ پھرتے ہیں بن کے چوکیدار
ہیں چٹانوں پہ کودتے لنگور — ایک ہی جست میں وہ پہنچے دور
ہیں ترائی میں ہاتھیوں کے غول — کوئی پائل ہے اور کوئی نجھول
شیر خونخوار شاہ ہے یاں کا — پاڑھے چیتل کو خوف ہے جاں کا
بارہ سنگے غریب پر ہے لتاڑ — سینگ ہیں اُسکے جھاڑ اور جھنکاڑ
وہ جو ہے ہند کا بڑا ساگر — واں سے چلتا ہے ابر کا لشکر
کوچ در کوچ روز بڑھتا ہے — پھر ہمالہ پر آ کے چڑھتا ہے
کبھی دیتا ہے باندھ مینھ کا تار — کبھی کرتا ہے برف کی بھرمار
تھا چڑھا یوں پہاڑ پر پانی — کی ہے قدرت نے کیا ہی آسانی
واں سے چشمے بہت ابل نکلے — ندی نالے ہزار جل نکلے
سندھ و ستلج ہیں مغربی دریا — اور پورب میں میگھنا۔ گنگا
ہیں یہ دریا بہت بڑے چاروں — جن میں بہتا ہے پانی الغاروں
پس سمندر سے جو رسد آئی — یوں ہمالہ نے بانٹ کر کھائی
ہوا سرسبز ہند کا میدان — تیری حکمت کے اے خدا قربان
ہند کی سرزمیں ہے ان داتا — اور ہمالہ پہاڑ جل داتا۔
اے ہمالہ پہاڑ! تیری شان — دنگ رہ جائے دیکھ کر انسان
ساری دنیا میں ہے تو ہی بالا — پہنچے جب پاس دیکھنے والا
سامنے اک سیاہ دل بادل — دیو کی طرح سے کھڑا ہے اٹل

گھاٹیاں جن میں گونجتی ہے صدا — آبشاروں کا شور ہے برپا
دبدبہ اپنا تو دکھاتا ہے — گویا میدان کو ڈراتا ہے
ہے مرے دل میں یہ خیال آتا — کاش چوٹی پہ تیری چڑھ جاتا
واں سے نیچے کا دیکھتا میداں — جس میں گنگ و جمن ہیں تیز رواں
دو لکیریں سی وہ نظر آئیں — دائیں بائیں کو صاف لہرائیں
اس تماشے سے جبکہ جی بھرتا — تو شمالی طرف نظر کرتا
شام کو دیکھتا بہار بڑی — گویا سونے کی ہے فصیل کھڑی
پھر وطن میں جب آن کر رہتا — دوستوں سے یہ ماجرا کہتا

یاد کرو تلفظ اور معنی

سَرجیُون خُودرو آبشارُوں الغارُوں فصِیل ماجَرا

(۴۳) تحمّل اور وفائے وعدہ

۱- ایک بار سُلطان فیروز تغلق نے بنگالہ پر فوج کشی کی تھی۔ اس مہم میں اس کا بیٹا فتح خاں بھی ہمرکاب تھا۔ اگرچہ شاہزادہ صغیر سن تھا۔ مگر اور بچوں کی طرح اُس کو لہو ولعب کا شوق بالکل نہ تھا۔ صبح سے دوپہر تک اور شام سے پہر رات گئے تک نوشت وخواند میں مصروف رہتا۔ مجلس داری اور سواری کے اوقات میں جو اُمور پیش آتے ان کو اس خوبی سے فیصل کرتا کہ بڑے بڑے ذی عقل سن رسیدہ حیران رہ جاتے۔